بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

منادی

نئی دہلی













@https://www.khwajasahabkazmi.life

مُنَادِیًا یُّنَادِی لِلاِیمَانِ

مُنادی کرنے والا با آواز بلند ایمان کی طرف بُلا رہا ہے۔(سورۃ آل عمران:193)

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ سے

ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی فخر دہلویؒ کی یادگار

ماہنامہ منادی نئی دہلی

اپریل 2023

جلد : 01 شمارہ : 05

مدیر اعلی : خواجہ سید محمد نظامی

مدیر : عبدالملک نظامی

نائب مدیر : خواجہ سید محمد شافی نظامی

اعزازی مدیر : ملا دورویش محی الدین خالد نظامی، ادونی

کمپوزنگ : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ

سرورق ڈیزائن : حافظ رفیق احمد صاحب، گُتی

ای میل : amaliknizami@gmail.com

دفتر کا پتہ : خواجہ ہال بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، نئی دہلی۔13

رابطہ : 919673379359919810020922

رسالے میں شامل مواد قلمکار کی اپنی رائے ہے۔اس سے ادارہ منادی یا اس کے مدیران کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

© https://www.khwajahasannizamilife

فہرست

الفاتحہ	------	03
اسلامی رسول ﷺ (قسط 4)	حضرت خواجہ حسن نظامیؒ	04
مناقب علی علیہ السلام	سیرہ الاولیاء	07
میں دوست دار دشمن ہوں	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	10
باب العلم	ملا واحدی صاحب	12
کرم اللہ وجہہ	سید کلب حسین صاحب	17
علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ	منادی	20
حضرت علی علیہ السلام	خادم حسن صاحب اجمیری	21
منقبت	جناب اشتیاق علی	31
حضرت خواجہ حسن بصریؒ (قسط 3)	اخلاق حسین دہلوی	32
عوارف المعارف (قسط 2)	حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	35
فوائد الفواد (قناعت، طلب دنیا)	حضرت حسن علا سنجریؒ	37
حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ	حضرت امیر خورد کرمانیؒ	38
حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	41
حضرت رہبر شاہ نظامیؒ	عبدالملک نظامی	42
پیر کی یاد	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	50
سوچنے کی بات	حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ	55
صوفیانہ نظریات اور جدید سائنس	ڈاکٹر رفیع الدین ناصر	56

© https://www.khwajahasannizami.life

شروع بنام اللہ قلم کا کُل

نحمدہٗ ونُصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفاتحہ

الف تو آگے بڑھ اور کُن کہنے والے داتا کے سامنے ہمارا داتا بن کیونکہ تو بھی ایک دیکھتا ہے 'نقطہ و پہلو سے پاک ہے 'اور ہمارا مخاطب خدا بھی وحدہ لاشریک اور غیریت سے پاکیزہ ہے۔

مولی ہم حروف ہیں ، تیرے معنی کی امانت سینوں میں رکھتے ہیں۔تو نے ہم کو ازل کے مخفی قلم سے پیدا کیا ہے، اور ہمارے اجسام کو وہ روح دی ہے کہ ظاہر میں بے حس و حرکت و بے جان نظر آتے ہیں،مگر درحقیقت زندہ ہیں اور جو ہم کو غور سے دیکھے تو اس کو بھی زندہ کر دیتے ہیں۔

تو نے ہم کو وہ زبان دی ہے جو خاص تیری بول چال میں کام آتی ہے،یعنی یہ کہ بغیر بولے اور بغیر لب ہلائے بات ادا ہو جاتی ہے،اور دوسرے اس کا مطلب سمجھ لیتے ہیں۔

انسان روز مرہ کتابوں ، اخباروں ، اور خطوط میں ہماری باتیں سنتا ہے،مطلب سمجھتا ہے،مگر یہ نہیں سوچتا کہ یہ کیا بھید ہے کہ حروف منہ سے کچھ نہیں کہتے ،لیکن جہاں آنکھ کے سامنے آئے اور خود بخود ان کا مطلب ذہن میں آنے لگا ، کانوں کو ان کی آواز سنائی نہیں دی ،مگر دل و دماغ میں ان حروف کا مطلب چلا گیا۔

خدایا ایسے آدمی پیدا کر، جو ہمارے پراسرار وجود کا اصلی مطالعہ کریں،اور ہمارے ذریعہ تو ان کو مل جائے اور جب تیرا ان کا وصال ہو تو اس خوشی میں ہماری مراد بھی پوری فرما، اور وہ یہ کہ ہم کو نااہل لوگوں کے قلم سے بچا، اپنے نافرمانوں کے قبضے میں نہ دے جو ہم کو تیرے وجود واحد کے انکار میں استعمال کریں۔

پروردگار! ہم عربی حروف ہوں یا سنسکرت،انگریزی ہوں یا فارسی،چینی ہوں یا جاپانی اس لئے ہیں کہ ہم سے تیری وحدت کے مضامین لکھے جائیں،نہ کہ تیری دشمنی اور مخالفت کی تحریریں ہمارے پرزوں سے تیار ہوں۔

آؤ! حرفو یا اخبار توحید کے قرطاس ابدی پر صف آراء ہوں عین کی توپ سے غین پر گولہ باری کریں،تا کہ غیر فنا ہو جائے،اور وحدت کو مقام بقاء حاصل ہو۔آمین رہتا آمین۔

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ (24/اپریل1913)

(ماخوذ از :ماہنامہ منادی نئی دہلی اپریل1956)

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.life

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قسط3

از : حضرت خواجہ حسن نظامیؒ

عزم واستقلال: آنحضرتؐ میں بدرجہ اکمل موجود تھا۔ آپ کو اکثر مواقع پر سخت ناکامی ہوئی لیکن آپ آزردہ خاطر نہ ہوئے۔ ایک روز آپ نے حرم کعبہ میں سنگ اسود کے قریب کھڑے ہوکر اپنے خاندان والوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کی اور دینِ حق کی۔ آپ نے کہا کہ اے جماعت قریش!!''اللہ تعالیٰ ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں ساری ساری دنیا کو اسی نے پیدا کیا ہے اور وہی سب کو رزق عطا فرماتا ہے سب اُسی کے محتاج ہیں اور وہ بے نیاز ہے تم اُسی اللہ کی عبادت کرو۔ باطل پرستی چھوڑ دو۔ بتوں کو نہ پوجو۔ سنو! میں تم کو خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی طرف بلاتا ہوں میری بات مانو اور شرک وبت پرستی سے باز آؤ۔''

آپ کی اس تقریر کو سن کر اہل قریش غیظ وغضب میں آئے اور آپ کو بُرا بھلا کہا بعض نے گالیاں دیں آپ گالیاں سُن کر خاموش ہو رہے لیکن مایوس نہ ہوئے۔ (سیرۃ محمد ﷺ)

ایک روز سردارانِ قریش جمع ہوکر آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب (جو آپ کے متکفل تھے) کے پاس آئے اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ نئے مذہب کی تعلیم کرتے ہیں اور ہمارے بتوں کو بُرا کہتے ہیں ہم نے اب تک ضبط سے کام لیا اور خاموشی اختیار کی لیکن اب ہم ضبط نہیں کر سکتے آپ یا تو محمد ﷺ کو نئے دین کی تعلیم سے روک دیں یا اُن کو ہمارے حوالہ کر دیں۔

ابو طالب نے سردارانِ قریش کے کلمات سن کر آنحضرت ﷺ کو بلایا اور کہا اے میرے فرزند اپنی جان کو اور اپنی جان کے ساتھ مجھ بوڑھے کی جان کو ہلاکت سے محفوظ رکھو اور اسقدر مجھ پر بوجھ نہ ڈالو جس کو میں برداشت نہ کر سکوں۔ اگر تم اپنی تبلیغ واشاعت کو روک دو تو بہتر ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے چچا ابو طالب کی یہ گفتگو سن کر خیال کیا کہ شائد ابو طالب میری حمایت سے دست کش ہونا چاہتے ہیں اس لئے آپؐ نے نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا کہ ''اے چچا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں اور کہیں کہ تم اسلام چھوڑ دو تب بھی میں نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ خدا اپنے دین کو غالب نہ کر دے۔ یا تو یہ دینِ حق پھیل کر رہے گا یا اس کے پیچھے میری جان چلی جائے گی۔

آنحضرتؐ نے یہ جواب اس جوش کے ساتھ دیا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور ابو طالب پر اس

https://www.khwajahasannizami.life

صداقت بھرے کلام کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے کہا۔ اِذْهَبْ يَا اِبْنَ اَخِیْ فَقَلُ مَآاَحْلَبَیْتُ هُوَللّٰهِ لَا اُسَلِّمُکَ بِشَیْءٍ اَبَدًا (ترجمہ) اے میرے بھتیجے! تم جاؤ اور جو بات تم کو پسند ہے آزادانہ طور پر کہو۔ خدا کی قسم میں دشمنوں کے ہاتھوں میں تمہیں ہرگز نہ سونپونگا۔

پھر فی البلدیہ اشعار پڑھے۔

وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُّوْ ااِلَیْکَ یَجْمِیْعِهِمْ

حَتّٰی اُوَشَدَّ فِی التَّرابِ دَفِیْنَا

فَامْدَ عْ بِاَمْرِ کَ مَا عَلَیْکَ غُضَا ضَةٌ

وَاَبْشِرْوَقُرِبذَک منک عُیُونَا

وَدَعَوْتِنِی وَزَعَمْتُ اِنَّکَ نَا صِحِی

وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثُمَّ اَمِیْنًا

وُعَرَ ضْتُ دِیناً لَا مِحَا لَةَ اَنَّهٗ

مِنْ خَیْرَ اَدْیَانِ البَرِیَّةِ دِیْنًا

لَوْلَا المَلَا مَةُ اَوْخَدَ ارُ مُسَبَّةٍ

لَوَ جَدْنَنِیْ سَمْحًا بِدَاکُ مُبِیْنًا

(ترجمہ) خدا کی قسم اگر یہ سب لوگ ملکر بھی تمھیں ضرر پہونچانا چاہیں تو جب تک میں زمین میں دفن نہ ہو جاؤں تمھیں ضرر نہیں پہونچا سکتے۔ تمہیں جو حکم ہوا ہے اسے آزادانہ سناؤ اسمیں تمہاری کچھ ذلت نہیں اور خوش ہو اور اس سے آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ تم نے مجھے اسلام کی طرف بلایا اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور اس سے پہلے بھی تم صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے ہو۔ تم نے ایسا دین پیش کیا جو مخلوق کے تمام دینوں سے یقیناً بہتر ہے۔ اگر مجھے ملامت اور دشنام دہی کا خوانہ ہوتا تو مجھے اپنا کھلا ہوا مددگار پاتے (کنز الاخلاق)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت اور دنیوی ساز وسامان سے بدرجہ غایت بے پروا اور بے رغبت تھے۔ ایک مرتبہ اہل مکہ نے عتبہ بن ربیعہ کو اپنا نمائندہ بنا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ: اے محمد ﷺ! اگر تم اپنی نئی تعلیم بند کردو، ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہو اور ہمیں بتوں کی پرستش پر ملامت نہ کرو تو ہم تمہارے پاس اس قدر مال و دولت جمع کردینگے کہ ہم میں سے کسی کے پاس نہ ہو اور ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں گے اور ہم سب تمہاری حکم برداری کرینگے۔

آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کا یہ پیغام سن کر فرمایا:

مَااَطْلُبَ اَمْوَالَکُمْ وَلَا الشَّرْفُ فِیْکُمْ وَلَا الملک عَلَیْکُمْ (ترجمہ) ''میں تمہارے مال نہیں مانگتا نہ تم پر بزرگی چاہتا ہوں نہ تم پر بادشاہ ہونا مطلوب ہے۔''

اسی طرح اہل مکہ نے ایک روز مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا۔ مغیرہ نے حاضر ہوکر کہا کہ اے محمد ﷺ امین! تم صاحب اوصافِ جمیلہ ہو اور عالی خاندان ہو لیکن افسوس تم ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہو ان کی پرستش سے ہم کو روکتے ہو اور ہمیں نئے دین کی تعلیم دیتے ہو اگر تم ایسا نہ کرو تو اہل مکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری خدمت میں ایسی خاتون پیش کریں کہ جو تمام عرب میں سب سے زیادہ حسین وجمیل ہو تا کہ تم اُس سے شادی کرلو اور ہم تمہاری خدمت میں اس قدر مال و دولت پیش کریں کہ تم رئیس اعظم بن جاؤ اور ہم تم کو اپنا سردار بنا کر تمہاری خدمت اور اطاعت کریں۔

آنحضرت ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

لوگو! نہ مجھ کو حسین وجمیل خاتون کی ضرورت ہے نہ میں

https://www.khwajahasanizami.in

مال و دولت جمع کر کے رئیس بننا چاہتا ہوں نہ میں تم پر حکومت چاہتا ہوں میں تو صرف دینِ حق کی تبلیغ پر مامور ہوں اور اسی کے لئے تمہارے درمیان آیا ہوں تا کہ میں خدائے وحدہ لاشریک کی مہربانی کی خوشخبری سُناؤں اور اس کے غضب سے ڈراؤں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں اور اسی کی تعمیل کرتا ہوں اور کرونگا اگر تم راہ راست پر آ گئے تو تمہارے لئے بھلائی ہے اور جو نہ آئے تو میں صبر کرونگا۔ (سیرۃ محمد ﷺ)

فقر توکل آنحضرت ﷺ کو بہت پسند تھا آپ ہمیشہ راضی بہ رضائے الٰہی رہتے تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے:

اِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیْکَ وَذَکَرْتُکَ وَاِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُکَ وَشَکَرْتُکَ (ترجمہ) ''یا اللہ جب میں بھوکا ہوتا ہوں تب بھی تجھی سے عاجزی کرتا ہوں اور تجھے یاد کرتا ہوں ، اور جب شکم سیر ہو جاتا ہوں تب بھی تیری ہی حمد کرتا ہوں اور تیرا ہی شکر ادا کرتا ہوں۔''

جب آپ کھانا کھاتے تو کبھی تکیہ نہ لگاتے بلکہ اکثر اوقات زمین پر بیٹھ کر تناول فرماتے اور کہتے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں بندوں کی طرح کھانا کھاتا ہوں اللہ کا شکر و احسان ہے کہ وہ ہر جاندار کو رزق عطا فرماتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کھانا کھانے سے فارغ ہو کر ہمیشہ یہ دعا پڑھتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقٰنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (ترجمہ) ''ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے کھانا کھلایا پانی پلایا اور مسلمان بنایا۔

حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

شَکَوْنَآ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ (ترمذی)

(ترجمہ) ''(ایک مرتبہ) ہم نے رسول اللہؐ سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹوں سے ایک ایک پتھر کھول کر دکھایا (اُس وقت) رسول اللہ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کپڑا اُٹھایا اور دو پتھر کھول کر دکھائے۔''

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات نے آنحضرت سے تنگدستی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے بحکم الٰہی یہ جواب دیا کہ:

اِنْ کُنْتُنَّ تَرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۵ اِنْکُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا. (مسلم)

(ترجمہ) ''اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کے ساز و سامان کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ازواجِ مطہرات نے یہ متوکلانہ جواب سُن کر کہا کہ ہم دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کی طلبگار نہیں ہیں۔ اللہ کا شکر و احسان ہے کہ ہم کو رسول کی ازواج بنایا یہ شرف تھوڑا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

جاری۔۔

مناقب امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ:

از: حضرت سید محمد مبارک کرمانیؒ المعروف بہ امیر خورد کرمانیؒ

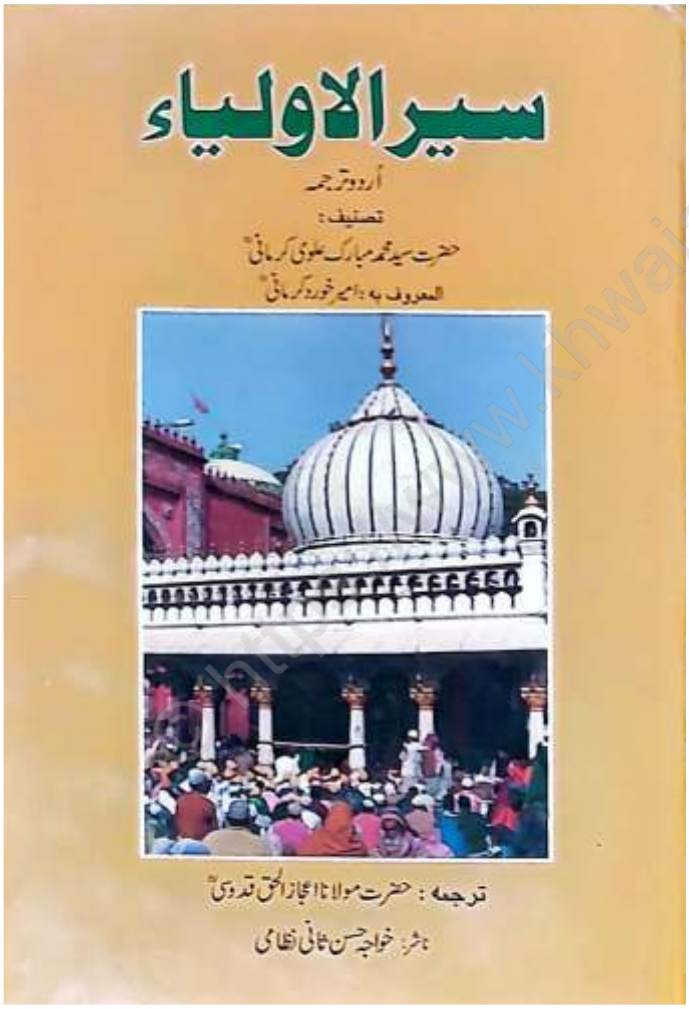
اور صلوٰۃ و سلام ہو امیر المومنین حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پر کہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (چچازاد) بھائی تھے۔ اور بحر بلا کے غریق، محبت کی آگ کے سوختہ، مقتدائے اولیاء، پیشوائے اصفیا تھے اور فیاضی وسخاوت، جود وعطا، شجاعت وتہور، فقر و صفا کے اوصاف کی وجہ سے تمام صحابہ کرام میں ممتاز تھے۔ شوکت وقوت کے سبب رب العزۃ کی طرف سے آپ کو اسد اللہ الغالب کے لقب سے سرفراز کیا گیا اور کثرت علم کی وجہ سے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے بنا پر کہ: انا مدینة العلم و علی بابها ۔

(میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔)

(یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ محدثین نے نقل کی ہے، مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہے۔ مشکوۃ میں جو روایت منقول ہے اس میں ہے کہ انا دار الحکمة و علی بابها ۔ یعنی میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ مشکوۃ باب مناقب علی بن ابی طالب بروایت ترمذی۔ ص (564)

کی بشارت سے مخصوص ہوئے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ: (یعنی) اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

اور خلعت خرقہ فقر جس سے باری تعالی کی طرف سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں نوازا گیا تھا۔ چاروں خلفاء میں حضرت علی کو اس سے مشرف کیا گیا، تا کہ قیامت تک خرقہ مشائخ قدس اللہ سریم العزیز کی سنت



ان کی نسبت سے باقی رہے۔ اس دینی کام نے اُن سے

استقامت حاصل کی۔حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں:
(ہمارے شیخ اصل میں اور ابتداء میں حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں۔)
ان سے پوچھا گیا کہ تمام کاموں میں بہترین کام کون سا ؟
فرمایا: غناء القلب باللہ - (جس شخص کو اللہ کی طرف دل کی تونگری دی جاتی ہے اسے دنیا کی تنگ دستی فقیر نہیں کرسکتی۔)
حضرت سلطان المشائخ (محبوب الہیؒ) کے ہاتھ سے لکھا ہوا میں نے دیکھا: (فرمایا حضرت علیؓ نے خیبر کے دن کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔حیدر وہ شیر ہوتا کہ جو چلنے میں تندی اور شجاعت کی وجہ سے راہوں کو نظر میں نہیں لاتا۔اور وہ شیر تمام چلنے والوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔میں اس شیر کے حق کو بڑے پیمانے پر پورا کرتا ہوں،اس لیے میری ماں نے اپنے والد کے نام پر اسد رکھا۔اس وقت میرے والد ابو طالب موجود نہیں تھے۔جب وہ آئے تو انھوں نے اس نام کو ناپسند کیا اور انھوں نے میرا نام علی حیدر رکھا،جو شیروں ہے کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔
سندرہ بڑے پیمانے کو کہتے ہیں۔ میں کافروں کو بکثرت قتل کرتا ہوں۔حضرت عائشہؓ نے جمل کے دن کہا جب کہ وہ ان کے ہودج سے بہت قریب تھے،کیا تم بادشاہ ہوگئے؟
حضرت علیؓ نے معذرت کی اور ان کے ساتھ (بصرے) کی چالیس معزز خواتین کو بھیجا، یہاں تک کہ وہ مدینے میں مقیم ہو گئیں۔(یہ واقعہ جنگ جمل سے متعلق ہے)
شہادت کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔عبدالرحمٰن ابن ملجم نے، جو امیر معاویہؓ کی طرف ہو گیا تھا،عین نماز میں اپنی زہر آلود تلوار سے آپ کو سخت زخم لگایا،جس کے بعد آپ تین روز زندہ رہے۔ جمعہ کے دن ۱۷/رمضان ۴۰ھ(۶۵۱ء) کو آپ نے شہادت پائی۔
خواجہ سنائی نے اس خلیفہ برحق کی مدح میں یہ قصیدہ کہا ہے:

قصیدہ

اے سنائی بقوت ایمان
مدح حیدرؓ بگو پس از عثمانؓ

با مدیحش مدائح مطلق
زہق الباطل است و جاء الحق

آں زفضل آفت سرائے فضول
آں علم دار و علم دار رسولؐ

ام نبی را وصی و ام داماد
چشم پیغمبر از جمالش شاد

آمد از سدرہ جبرئیل امیں
لا فتح کرد مرد را تلقین
شرف ملک و دائ دین او
صدف در آل یاسین او

© https://www.khwajahasanizmi.in

آل یاسین شرف بدو دیده
از پئے سائلی بیک دو رغیف

ایزد او را بعلم بگزیده
سورۃ ھل اتی او را تشریف

بہر او گفت مصطفیٰ ؐ باللہ
مرتضای کہ کردہ یزدانش

کہ خداوند و آل من والاہ
ھمرہ جان مصطفیٰ ؐ جانش

راز دار خدا و پیغمبر
ہر دو یک کعبہ و خروشاں دو

راز دار پیمبر آن حیدرؓ
ہر دو یک روح و کالبد شان دو

کاتب نقش نامہ تنزیل
ہر دو یک دُرّ و یک صدف بودند

خازن گنج نامہ تاویل
ہر دو پیرایہ شرف بودند

لفظ قران چو دید درویشش
دو رونده چو اختر و گردوں

خویشتن جلوہ کرد در پیشش
دو برادر چو موسیٰؑ و ہارونؑ

عشق را بحر بود دل را کان
دل او عالم معانی بود

شرع را دیدہ بود و دین راجان
لفظ آداب زندگانی بود

کہ خدائے زمانہ چاکر او
عقد او بابتولؓ ما سلوی

خواجہ روزگار قنبر او
بود در زیر سایہ طوبی

© https://www.khwajahasannizami.life

میں دوست دار دشمن ہوں

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی دہلویؒ

مجھے فرقہ پرستی سے انکار ہے۔ تاہم کسی نہ کسی فرقے، کسی نہ کسی جماعت، کسی نہ کسی گروہ سے میرا تعلق ضرور ہے اور جب میں کسی فرقے کی جماعت کی گروہ سے وابستہ ہو گیا۔ تو ظاہر ہے کہ بقیہ فرقے میرے مخالف قرار پائے۔ میرے دشمن ٹھرے۔ کیونکہ شیعہ سنی آپس میں لڑتے ہیں۔ دیوبندی و بریلوی باہم دست وگریباں نظر آتے ہیں۔ صوفی وواعظ میں کد چلی جاتی ہے۔ مقلد وغیر مقلد میں ٹھنی رہتی ہے۔ میں ان میں سے جس کے ساتھ شریک ہوا کسی نہ کسی کی دشمنی مول لے کر شریک ہوا۔ ہر وقت اور ہر جگہ مجھے ایک مخالف اور دشمن کیمپ اپنے سامنے نظر آتا تھا۔

لیکن یہ عجائبات کی دنیا ہے۔ قدم قدم پر یہاں حیرت سے سابقہ پڑتا ہے۔ میں نے جب سنّی بن کر شیعوں کی طرف دیکھا تو دم بخود رہ گیا۔ کیونکہ ان میں ایک ایسی ہستی مجھے نظر آئی جو خود سینوں میں بھی نہ صرف لائق صد احترام ہے۔ بلکہ اس سے محبت، اس سے عقیدت کو دین ودنیا میں کامیابی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بعد جب میں نے شیعہ کیمپ میں کھڑے ہو کر سنّی کیمپ کا جائزہ لیا تو یہ پتہ چلا کہ جو یہاں آقا و مولیٰ ہے دوسری طرف بھی اس کی غلامی اور حلقہ بگوشی قابل فخر سمجھی جارہی ہے۔ میں دیو بندیوں کے مقابل آیا۔ بریلویوں کے خلاف صف آرا ہوا۔ صوفیوں اور واعظوں پر تلوار اٹھائی۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے ہر دشمن گروہ کے درمیان محترم پایا۔

اب سوچتا ہوں اپنے دشمنوں سے کیسے لڑوں، کس کا ساتھ دوں۔ کسی کا ساتھ نہ دوں۔ کس فرقے سے آپنے آپ کو وابستہ کروں کس سے علیحدہ ہو جاؤں میں سب کو چھوڑ سکتا ہوں علیؓ کو نہیں چھوڑ سکتا، علیؓ سب جگہ ہیں۔ کیا مجھے بھی سب جگہ اپنا پڑے گا۔ علی سب کے دوست ہیں۔ کیا مجھے بھی سب جگہ رہنا پڑے گا، علیؓ سب کے دوست ہیں کیا مجھے بھی سب سے دوستی کرنی ہوگئی۔ کیا اور لوگ بھی میرا ساتھ دیں گے، کیا شیعوں کو، سنیوں کو، دیوبندیوں کو، بریلویوں کو، صوفیوں کو، واعظوں کو، مقلدوں کو، غیر مقلدوں کو، سب کو یہ ہوش آئے گا، یہ عقل آئے گی کہ وہ علیؓ کے نام پر ایک ہو جائیں گلے مل جائیں۔

علیؓ سب کے ہیں، سب میں ہیں، ہر ایک کے چہیتے، ہر ایک کے آقا و موئی پوری اسلامی تاریخ میں اللہ و رسولؐ کے بعد کیا کسی ایک شخصیت پر کبھی یہ اجماع ہوا ہے۔ خارجیوں کو چھوڑ دیجئے وہ ایک عقل باختہ جماعت ہے اور ہے کتنی ان کے علاوہ تو باقی سب علیؓ پر جمع ہیں۔ پھر ہم دشمنوں کو دوست کیوں نہیں بناتے۔

میں تو بناؤں گا ہم سب کا محبوب ایک ہے- ہم سب میں تو بناؤں گا۔ دوست کی خاطر دشمن کی گلی میں جاؤں گا، ہم سب کے محبوب ایک ہے۔ ہم سب اسی محبوب کے حلقہ بگوش ہیں۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے

اس کی زلفوں کے سبب اسیر ہوئے

ہم آپس میں رقیب ہیں۔ مگر رپٹ لکھوانے والے رقیب نہیں بنیں گئے۔ ہم اس رقابت کو محبت اور یگانگت کی بنیاد بنائیں گے۔

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعاں ہو گئیں

ہمارے یوسفؑ کی سی بات بھلا کب کسی میں آتی تھی۔ دنیا آخر جائے کہاں جو ہمارے محبوب کی طرف آتا ہے۔ کیا ہماری طرف نہیں آتا جو ادھر آتا ہے آنے دیجئے۔ دیدہ و دل فرش راہ آنے والا بھی ذرا قریب سے دیدار تو کرے۔ پھر دیکھیں کے ہمارا سا حال اس کا بھی ہوتا ہے یا نہیں!

1- غالب کا مشہور شعر ہے۔

دوست دار دشمن ہے اعتماد دل معلوم
آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا

☆☆☆☆☆

کشکول کلیمی

لقمہ (ذکر کا مقصد)

ذکر نسیان کی ضد ہے۔ ہر وہ شے جو تمھیں تمھارے مقصود کی یاد دلائے اس کو وسیلہ بنانا یا اس کی طرف ملتفت ہونا عین عبادت ہے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ شے کوئی اسم ہے یا کوئی رسم یا فعل ہے وہ کوئی جسم رکھتی ہے یا مجرد ہے یا ان سب کے علاوہ کچھ اور چیز ہے۔ اس کے برعکس جس شے سے مقصود فراموش ہو جائے، وہ چاہتے کوئی اسم ہو یا کچھ اور اس کا وسیلہ چاہنا یا اس کی طرف متوجہ ہونا محض گمراہی اور بطالت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ صوفی کے جملہ اقوال، افعال اور احوال عین ذکر ہیں بشرطیکہ ان سے یاد، بیداری اور آگاہی حاصل ہو۔ اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں ہے۔

گر با تو بوم مجاز من جملہ نماز گر بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

(اگر میں تیرے ساتھ ہوں تو میرا مجاز بھی سراسر نماز ہے اور اگر میں تیرے بغیر ہوں تو میری نماز بھی تمام تر مجاز ہے)

لقمہ: بعض حضرات نے ذکر کی بہت سی قسمیں گنوائی ہیں۔ مثلاً ذکر لسان جو بآواز بلند بھی ہو سکتا ہے اور خاموشی کے ساتھ بھی۔ اس کے علاوہ ذکر قلب ذکر روح ذکر خفی، ذکر اخفیٰ اور اخفیٰ اخفیٰ ہیں۔ ذکر لسان لفظی ہے یعنی اس میں حرفوں کی ہیئت بعض حروف کی بعض پر تقدیم و تاخیر اور ان کی حرکات و سکنات کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر ان الفاظ کو آواز کے ساتھ ادا کریں تو یہ "جہر" ہوگا۔ اور اگر بے آواز پڑھیں تو یہ خفیہ کہلائے گا۔

ذکر قلب صرف مطالعہ لفظ ہے۔ یا معنی اسم کا دل میں حاضر جانا یعنی کسی اسم کے حروف اور حرکات و سکنات کو بلا لحاظ تقدیم و تاخیر بیک مرتبہ دل میں لانا۔ "ذکر روح" لفظ اسم کو بھول کر صرف مسمی کو حاضر رکھنا ہے۔ اس میں ذکر کرنے والوں کو اپنے اپنے حالات کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ یعنی بعض کو یہ کیفیت کبھی کبھار حاصل ہوتی ہے اور اکثر حاصل نہیں ہوتی۔ یا اس کے برعکس بعض لوگوں کو یہ کیفیت اکثر حاصل ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی نہیں بھی ہوتی پھر بعض ایسے ہیں جن کو یہ کیفیت دائمی طور پر میسر رہتی ہے۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ ہم ذاکر ہیں ذکر میں مشغول ہیں جس کا ذکر کر رہے ہیں وہی ہمارا مقصود ہے جو ہماری چشم بصیرت کے سامنے حاضر ہے۔ لیکن اس کیفیت میں بھی نفس موجود ہے۔ اعلیٰ اور انتہائی درجہ یہ ہے کہ ذکر کا اور ذاکر کا درمیان میں کوئی نشان ہی باقی نہ رہے اور سوائے "مذکور" کے اور کچھ نہ ہو۔ یہاں تک کہ ذکر کی لذت بھی جاتی رہے بلکہ اس لذت کا علم بھی نہ رہے۔

ذکر اخفی اور اخفیٰ اخفیٰ کے مقامات بھی اس طرح ہیں۔ ان کے علاوہ جو باقی ذکر ہیں ان کو انہی مذکورہ مراتب پر محمول کیا جاتا ہے۔

https://www.khwajahasannizami.in

بَابُ العلم

از : جناب ملا محمد واحدی صاحب دہلویؒ

لوئر پرائمری کی ادنی جماعت کے کسی طالب علم سے سوال کیا جائے کہ بتاو ایم اے فائل کو پڑھانے والے فلاں پروفیسر کے علم وفضل کی بابت تمھاری کیا رائے ہے تو وہ غریب کیا رائے دیگا؟

صحابہ رسول اللہ ادلنے بدلنے والے مروجہ علوم نہیں جانتے تھے صحابہ ؓ اُس علم کو جانتے تھے جو شک و شبہ اور ادلنے بدلنے سے پاک ہے جو مستقل اور مستحکم ہم جیسے آئمہ حدیث آئمہ فقہ اور آئمہ تصوف اُن کے برابر جانے کا دعوی نہیں کرتے۔ یہ علم انبیاء سکھانے آئے تھے اور اسے لوگ انبیاء ہی کے بتانے سے جان سکتے تھے۔

صحابہؓ یہ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد ہمیں پھر وجود ملے گا اور ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ ان کا علم ان کے عمل پر اثر انداز ہوتا تھا۔ اُن کا علم ایسا تھا، جیسے اہل زبان کی زباندانی۔

صحابہؓ مرنے کے بعد کے وجود کو اس طرح جانتے تھے جس طرح ہم اپنے موجودہ وجود کو جانتے ہیں۔ ہم پہلے نہیں تھے ہم عدم سے وجود میں آئے ہیں اور دوبارہ معدوم ہو جائیں گے۔ اتنا ہر شخص جانتا ہے۔ مگر صحابہ کرامؓ بالکل اسی کے مطابق معدوم ہو جانے کے بعد کے وجود کو جانتے تھے، یہ علم ان کیا ندر رچ گیا تھا۔

جو شخص ایمان لاکر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں چند لمحے بھی بیٹھ گیا ہے اس کے عرفان کے سامنے جنیدؒ و بایزیدؒ کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔

جبین خم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ جا

پھر باب علم نبی حضرت علیؓ کی شان تو بہت بلند ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے وہ منظر یاد ہے جب اللہ تعالیٰ روحوں سے پوچھ رہا تھا 'الستُ بِرَبکُم' کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ 'قالوا بلی شھدنا' اور روحوں نے جواب دیا تھا کہ تو ہمارا رب ہے ہم (اس بات کے شاہد اور) گواہ ہیں۔ تو پھر آنے والا منظر حضرت علیؓ کی نگاہ میں کیسے نہ ہوگا جب اہل جنت اہل دوزخ سے کہیں گے کہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اُسے سچا پایا، کہو تم سے اُس نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پالیا (یا نہیں؟)

حضرت علیؓ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن کے چچا کے بیٹے تھے جنھوں نے باپ اور ماں کی

© https://www.khwajahasannizami.life

مانند حضور کو پرورش فرمایا تھا۔ حضور سرور کائناتؐ حضرت علیؓ سے ایسی محبت کرتے تھے جیسی بیٹیوں سے کی جاتی ہے۔ سب سے چہیتی بیٹی فاطمہ زہراؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا عقد کیا۔ بچپن سے اُس وقت تک جب کہ حضورؐ نے وفات پائی حضرت علیؓ کو حضورؐ سے مسلسل قرب رہا حضرت علیؓ حضورؐ کے اہل بیت تھے۔

سفر میں بھی حضرت علیؓ کو حضورؐ کی ہم رکابی کا شرف بہ کثرت ملتا تھا۔ چنانچہ سفر کے سلسلہ کے شرعی احکام کے حضرت علیؓ ماہر مانے جاتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس قسم کا مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ کہہ دیتی تھیں علیؓ سے پوچھو۔ علیؓ حضورؐ کے رفیق سفر رہے ہیں۔

بے حد اہم امتیاز حضرت علیؓ کا یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں قرآن مجید سبقاً سبقاً خود پڑھایا تھا اور اعلان کر دیا تھا۔ کہ ''انا مدینة العلم وعلی بابها'' یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہیں۔ حضرت علیؓ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کے رموز اور شان نزول سے باخبر تھے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ میں ایک ایک آیت کی بات جانتا ہوں کہ کہاں اور کس موقع پر اُتری ہے۔ قرآن مجید سے مسائل حل کرنے میں حضرت علیؓ کمال رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ قرآن کے علاوہ کچھ اور بھی آپ کے پاس ہے۔ جواب دیا، قرآن کے سمجھنے کی قوت اللہ تعالی نے مجھے وافر عطا کی ہے اور عمل رسولؐ میرے پیش نظر رہتا ہے۔ قرآن مجید اسلامی علوم کا سرچشمہ ہے اس سرچشمہ سے سیراب ہو گیا اُسے اور کیا چاہئے؟

حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی رفاقت کا دوسرے تمام صحابہ سے زیادہ زمانہ میسر آیا۔ بچپن سے وفات نبوی تک پیہم تیس برس کا زمانہ۔ پھر اکابر صحابہؓ میں حضرت علیؓ کی عمر کافی طویل ہوئی۔ حضرت علیؓ وفات نبویؐ کے بعد تیس برس مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ خلفاء ثلاثہ کی خلافت میں بھی اور اپنی خلافت میں بھی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے امام احمد حنبلؒ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ علم وفضل کے اعتبار سے لاثانی تھے۔ اللہ کے فضل اور حضور سرور کائناتؐ کی تربیت سے سرعت فہم۔ دقیقہ سنجی اور انتقال ذہنی کے اوصاف حضرت علیؓ میں بدرجہ اتم تھے۔

ایک دفعہ سوال پیدا ہوا کہ موسم حج میں شکار کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت عثمان غنیؓ جائز بتاتے تھے، بشرطیکہ شکار ایسے شخص نے کیا ہو جو احرام باندھے نہ

ہو۔حضرت عثمانؓ کا خیال تھا کہ احرام باندھے ہوئے شخص کو خود شکار کر کے کھانا منع ہے۔کوئی احرام نہ باندھے ہوا شخص شکار کر کے اسے کھلائے تو وہ کھا سکتا ہے حضرت علیؓ نے حضور سرور کائناتؐ کے ود واقعے ایسے سُنا دیے جن سے احرام نہ باندھے ہوئے شخص کے شکار کردہ جانور کا گوشت بھی ناجائزہ نکلا۔صحابہؓ کو واقعات یاد آ گئے اور انھوں نے اقرار کیا کہ صحیح واقعات ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ کی عدالت میں کوئی زانیہ عورت پیش کی گئی جو پگلی تھی حضرت عمرؓ تیار تھے کہ اُسے سزا دیں۔حضرت علیؓ نے کہا کہ پگلے حدود شرعی سے مستثنیٰ ہیں حضرت عمرؓ نے اتفاق کرلیا۔

حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے اقضانا علی واقرانا ابی ہم میں بہترین جج علیؓ ہیں اور بہترین قاری ابی ہیں۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ کی عدالت میں چوری کا مقدمہ پیش تھا، گواہوں کے بیان سن کر حضرت علیؓ نے کہا تمھاری گواہی جھوٹی نکلی تو تمھیں سزا ملے گی۔ یہ کہنے کے بعد حضرت علیؓ دوسرے کام میں لگ گئے اور گواہ غائب ہو گئے۔حضرت علیؓ نے ملزم کو بری فرما دیا۔

حضرت علیؓ کی نظر ہمیشہ احکام اسلام کے عملی پہلو پر رہا کرتی تھی۔صحیح بخاری کی تعلیقات میں ہے کہ حضرت علیؓ ہدایت کیا کرتے تھے کہ لوگوں سے وہی بات کہو جسے وہ سمجھ سکیں۔تم کیا یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو جھٹلایا جائے۔مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے بات ان کی عقل کے مطابق کہنی چاہیئے۔ ہر انسان مصالح الٰہی یکساں نہیں سمجھ سکتا۔(ہاں اپنی سمجھ کو معیار بنا کر اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی بات اُس پر کسنی ضرور شروع کر دیتا ہے)

ہزار ہا اقوال میں سے تھوڑے سے اقوال سناتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرت علیؓ واقعی شہر علم نبی کے باب تھے۔

ارشاد ہے:۔(۱) دین کا پہلا زینہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے حمد اور شکر کرنیوالے کو نعمت کے ملنے پر اسی کی حد اور شکر گزاری کرنی چاہیئے۔

(۲) جو دنیا تمھیں اس قدر مرغوب ہے کہ تم اُس کے لئے مرے جاتے اس کی قیمت بکری کی چھینک سے بھی کم ہے، اے دنیاوی فریب میں پھنسنے والو! جسے بحر مواج کی موجودگی کا یقین ہو جائے، وہ کہیں پیاسا رہ سکتا ہے۔

(۳) منافرت اور نفاق کے راستوں سے الگ ہو جاؤ، مفاخرت اور غرور کے تاجوں کو زمین پر پٹک دو۔ جو اپنے پر پرواز کے ذریعہ بلندی کی طرف اُڑا وہی سلامت رہا اور اسے راحت و آرام حاصل ہوا۔

(۴) یہ سخت جہالت اور نادانی ہے کہ انسان اپنی قدر و منزلت

نہ پہچانے جس قوم کی کھیتیاں زمین زہد وتقوی پر لہرائے گی وہ قوم ہمیشہ شاداب رہے گی اور کبھی نہیں مرجھائیگی۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے جسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا ہے اور جس کے اور شیطان کے درمیان حجاب باقی نہیں رکھا، سمجھ لو کہ اللہ اس سے بے حد خفا ہے، اسی کے درجہ کا مغضوب وہ بھی ہے جو اللہ کی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتا ہے، حالانکہ اس کی اُس میں اہلیت نہیں ہوتی۔ وہ جہل مرکب ہوتا ہے ساری قوم کی جہالتیں اُسی کی آبیاری سے پلتی اور بڑھتی ہیں۔ اُس نے جہالت اور نادانی کو اپنے گرد جمع کرلیا ہے اور وہ اپنی قوم کے جہاں کا مرجع اور مرکز بن گیا ہے، وہ اندھا ہے اور اُسی جیسے اُسے عالم اور دانا و بینا کہتے ہیں۔ وہ علم کو اس طرح پراگندہ کرتا ہے جس طرح ہوا خشک اور سوکھی گھاس کو تنکا تنکا کر کے اُڑا دیتی ہے، کوئی حرکت اس سے زیادہ بُری نہیں ہے کہ اللہ کے کلام کی اپنی ہوا و ہوس کے مطابق تفسیر کی جائے۔

(۶) جو نابکار اپنی قوم اور اپنے ہم مذہبوں کے خلاف تلوار اٹھائے اور کسی کی بھی موت اور زیست کی پرواہ نہ کرے وہ اس کا مستحق ہے کہ اُس کے عزیز و اقارب اُسے دشمنی سمجھیں اور بے گانے اُسے دیانتدار اور امین خیال نہ کریں۔

(۷) تم اگر اس منظر کو دیکھ لیتے جسے تم سے پہلے مرجانیوالے دیکھ چکے ہیں تو تم چیخ اٹھتے اور فریاد کرنے لگے۔ تمھارے دل لرز جاتے اور اللہ کے اوامر و نواہی پر سوائے سمعنا واطعنا کہنے کے اور کوئی لفظ تمھاری زبان پر نہ ہوتا جو مرنے والوں نے دیکھا ہے، وہ ابھی تمھاری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

(۸) جسے اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو کہ اس کا جب ذکر آئے تو اس کی تعریف کی جائے، یہ نعمت مال سے لاکھ درجے بہتر ہے، ذکر خیر کو سُن کر سننے والے اپنے ہوں یا بیگانے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور مال چھوڑ جانے پر اگر دعا کریں گے تو وہی کریں گے جنھیں مال ورثہ میں ملے گا۔

(۹) جس انسان نے طمع کو وطیرہ بنالیا اُس نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کر دیا اور جس نے اللہ کے سوا کسی کے سامنے احتیاج ظاہر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا اُس نے اپنی انسانیت کا خاتمہ کرلیا۔ احتیاج انسان کو گونگا بنا دیتی ہے، حق بات زبان سے نکالنے نہیں دیتی۔ محتاج وطن میں بھی مسافر ہوتا ہے اُس سے کوئی دوستی نہیں کرتا۔

(۱۰) جو انسان لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور بشاشت سے پیش آتا ہے اور لوگوں کے ساتھ صلح رکھتا ہے۔ اس کے عیب و نقص اس طرح چُھپ جاتے ہیں، گویا مردہ قبر میں چُھپ گیا اور جو انسان تنتنا دکھاتا ہے وہ لوگوں کے غیظ اور غضب کو دعوت دیتا ہے۔

(۱۱) نعمتوں کی بہتات ہو جائے تو نعمت دینے والے کو نہ

https://www.khwajaasanizami.life

بھولو ناشکری منتہائے نعمت ہے دور کر دیتی ہے، نعمتوں میں اضافہ نہیں ہونے دیتی۔ ذرا ہی نعمت پر بھی زیادہ زیادہ شکر ادا کیا کرو تا کہ نعمتیں انتہائے کمال کو پہنچیں۔ اے ابن آدم! جب تو دیکھے کہ اللہ تعالے پے در پے نعمتیں نازل فرما رہا ہے تو خوف کھا، مبادا کفران نعمت اللہ کو تجھ سے خفا نہ کر دے۔

(۱۲) نادان کی دوستی سے بچو، کیونکہ نادان نفع پہنچانا چاہتا ہے لیکن نفع کی بجائے نقصان پہنچا دیتا ہے بخیل کی دوستی سے بچو کیونکہ بخیل مدد کے وقت کام نہیں آسکتا۔ فاجر کی دوستی سے بچو کیونکہ وہ بہت کم داموں میں دوست کو بیچ ڈالتا ہے۔ کاذب کی دوستی سے بچو کیونکہ کاذب کی دوستی مثل سُراب ہے۔

(۱۳) بردبار کے علم کا پہلا بدلہ یہ ہے کہ جاہل کے مقابلہ میں لوگ اس کے مددگار بن جاتے ہیں، تم بُردباروں کی سی صفات اختیار کرو۔ جو شخص جس گروہ سے مشابہت رکھتا ہے وہ اسی گروہ کا فرد سمجھا جاتا ہے۔

(۱۴) دنیا جب کسی کی طرف جھک جاتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں عاریتاً اُسے بخش دیتی ہے، وہ جاہل ہوتا ہے، دنیا اسے عالم کہتی ہے وہ بخیل ہوتا ہو مگر اسے دنیا سخی کہتی ہے اور دنیا جب کسی سے رخ پھیر لیتی ہے تو اُس کی اچھائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے وہ عالم ہو کر جاہل کہلاتا ہے اور سخی ہو کر بخیل۔ تم ایسا طرز اختیار کرو کہ زندگی میں لوگ تمھاری ملاقات کے مشتاق رہیں اور مرنے کے بعد تمھیں یاد کریں۔

(۱۵) فتنوں سے بچنے کی دعا مانگنی بھی اچھی بات ہے۔ لیکن گمراہ کرنے والوں سے بچنے کی دعا اور زیادہ اچھی ہے۔

(۱۶) تجربہ کار بوڑھوں کی رائے نوخیز لڑکوں کی قوت وطاقت سے زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔

(۱۷) اکتساب علم و ہنر سے بھاگنا ایک بیماری ہے۔

(ماہنامہ نظام المشائخ)

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، جولائی 1957)

☆☆☆☆☆

دعا مانگنے کا طریقہ

فوائد الفواد (ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ)

از: حضرت خواجہ امیر حسن علا سنجری

دعا کا ذکر نکلا ارشاد ہوا کہ دعا کے وقت بندے کو چاہیے کہ نہ تو، جو گناہ کر چکا ہو، ان کا خیال دل میں لائے اور (نہ) کسی طاعت (وعبادت) کا۔ کیوں کہ اگر اس کا خیال دل میں لائے گا تو یہ غرور ہوگا اور گھمنڈی کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی اور اگر گناہ کا دھیان دل کو ہوگا تو دعا کے یقین میں سستی آئے گی۔ پس دعا کے وقت نظر خاص رحمت حق (تعالی) پر رکھنی چاہیے۔ اور یہ یقین ہونا چاہیے کہ یہ دعا ضرور قبول ہوگی اگر خدا چاہے۔ مزید فرمایا کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اور سینے کے سامنے ہوں۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے ملے ہوئے رکھنے چاہئیں۔ اور خاصے بلند رکھنے چاہئیں اور ایسی صورت بنانی چاہیے کہ گویا اسی وقت کوئی چیز اس کے ہاتھ میں ڈالی جائے گی۔ اس درمیان میں یہ معنی بھی بیان فرمائے کہ دعا دل کی تسکین کے واسطے ہے۔ (ورنہ) خدائے عزوجل (خوب) جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔

© https://www.khwajahasannizami.in

کرم اللہ وجہہ

(اللہ نے علیؑ کے چہرے کو برگزیدہ رکھا)

صرف ایک جملہ میں تمام فضائل

از: عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب المجتہد لکھنو

جناب علامہ سید مجتبیٰ حسین صاحب قبلہ کا مون پوری مجتہد العصر صدر شعبہ دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی کی صدارت میں ۱۳/ رجب کو یادگار مرتضوی کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ہندو، مسلم، عیسائی مقربین نے تقریریں کیں اور مقالے پڑھے اس میں جناب عمدہ العلما مولانا سید کلب حسین صاحب امام جمعہ و جماعت لکھنو کا یہ مختصر مقالہ بھی پڑھا گیا۔

(تبلیغ وحکمت کا تقاضا ہے کہ جو بات کہی جائے، سنے والے کی سمجھ اور ذوق کو پیش نظر رکھ کر کہی جائے۔ ہر جماعت میں مختلف دلچسپیاں اور ذوق رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں، البتہ ان کا یہ ذوق مرکزی عقائد میں دخل انداز نہیں ہوتا۔ تصوف کے پیروکاروں میں بھی مختلف ذوق رکھنے والے طبقے ہیں۔ امید ہے کہ ذیل کا مضمون جو ایک شیعہ عالم کا لکھا ہوا ہے، صوفیوں کے ایک خاص حلقے کے لئے خاص طور پر دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔

(حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ)

وصی رسولؐ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلواۃ والسلام کو مدح وستائش، تعریف وثنا میں میرا قلم اٹھانا بڑی سے بڑی جسارت نہیں تو اور کیا ہے، کم نصیبی سے میں نے اس ذات مبارک کی ان آنکھوں سے زیارت ہی نہیں کی کہ ان کا انداز شجاعت، طرز عبادت، عدیم النظر سخاوت ابتدائے عمر سے رسول برحقؐ کی نصرت وحمایت ہر باطل سے نفرت، کمال معرفت ہر نیکی میں اعانت۔ اپنی نظر سے مشاہدہ کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرسکتا۔ نہ مجھ کو یہ شرف ہی ملا کہ میں اس ذات عالی کے علم وحکمت، وغظ ونصیحت- انداز ہدایت، سرمایہ فصاحت و بلاغت، بحر ناپیدا کنار معرفت سے اُبلتے ہوئے جواہر طلاقت سے بہرہ اندوز ہوکر بلاتوسط ناقل دایت کچھ پیش کش ناظرین کرسکتا۔

البتہ فضائل وصفات امیر المومنین کی تلاش میں کچھ آیات قرآنی سے دستیاب ہوتا ہے اور کچھ روات کے نقل احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ اورحق یہ ہے کہ دُور ماضی کے اشخاص کے حالات وواقعات کی تحقیق میں عقل محض امکان

© https://www.khwajahasannizami.me

کی حدیں بتا کے خاموش ہو جاتی ہے اور نقل کے سوا کوئی ذریعہ حصول علم کا ممکن ہی نہیں ہوتا۔لیکن جس ذات کی مدح کرنا چاہتا ہوں اس کی تعریف و تعارف میں بیان کرنے والوں کی فطرت - انداز خلوص بڑھتے یا گھٹتے ہوئے طرز محبت، سچے اور جھوٹے، کھرے اور کھوٹے، اتنے جواہرات کا انبار لگا دیا ہے کہ ان میں سے مناسب اور غیر مناسب، اس ذات عالی کی طرف منسوب ہونے کے قابل اور نا قابل کی شناخت کرنا اگر چہ محال نہیں تو انتہائی دشوار ضرور ہے۔ کوئی حدیث بناتی ہے کہ فضائل علیؑ کا شمار انسانی قدرت سے باہر۔تو ایک حدیث کہتی ہے کہ خدا اور رسولؐ کے علاوہ کسی نے علی کو پہچانا ہی نہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو، مگر اتنا ضرور ہے کہ ذات عالی منزلت امیر المومنینؑ کی مدح وستائش میں قلم اُٹھانا بڑی دشوار منزل ہے، مثلاً یہی ایک کلمہ جو میرے اس مقالہ کا سرنامہ ہے اور جس کو ہر فرقہ کا مسلمان آپ کے واسطے استعمال کرتا ہے یا بحیثیت معنی اور مفاد اس کی نسبت آپ کی طرف بالکل صحیح اور مطابق واقع سمجھتا ہے یعنی کرم اللہ وجہہ۔ خدا نے علی کے چہرے کو بزرگ رکھا کہ کبھی صنم کے سامنے پیشانی خم نہیں ہوئی۔ صنم پرستی کے دھبہ سے امیر المومنین علیہ السّلام کی جبین مبارک کی طہارت اُس وقت نہیں ہوئی جب آپ کو خلافت رسولؐ ملی۔ اس وقت نہیں ہوئی جب آپ نے یوم بعثت دعوت ذوالبشرہ میں نصرت و حمایت پیغمبر عالی مقام کا وعدہ کیا۔اس وقت نہیں ہوئی جب سید المرسلین صلواۃ اللہ وسلام علیہ وآل الطاہرین نے اعلان رسالت فرمایا، بلکہ اس وقت بھی نہیں ہوئی جب بظاہر حالات انسانی اپنے بلوغ کی منزلوں میں قدم رکھا۔ بلکہ وقت ولادت سے لے کر پورا بچپنا اور جوانی کی ہر گھڑی اور وقت آخر تک عمر کی ہر ساعت اس داغ سے بے عیب رہی۔ ظاہری نظر سے دیکھنے میں تو یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں معلوم ہوتی۔مگر جب اس بات پر نظر کی جائے کہ آپ کی ولادت کس زمانہ میں ہوئی تھی، اور گرد و پیش کا منظر کیا تھا۔تمام خاندان، تمام قوم۔تمام قبیلہ۔تمام بزرگ-تمام فرد و تمام ھم سن عورت و مرد اپنے اور پرائے ذات بابرکات محمدیؐ اور آپ کے سوا سب مشرک تھے سب صنم پرستی میں مشغول-بد اخلاقی، بدکرداری-قتل و غارت شراب خواری۔لوٹ مار- عرض لا تعداد بداطواریوں میں منہمک تھے۔اس عالم اس حالت میں اگر بفرض محال یہ بھی مان لیا جائے کہ آپ کی والدہ ماجد اور پدر عالی مقام بھی مسلم نہ تھے تو اس ماحول میں پرورش پا کے ایک لمحہ بھی شرک کے سامنے سرخم نہ کرنا یہ ثابت کرنے کو بہت کافی ہے کہ حضرت علیؑ اول عمر ہی سے حق پسند حق شناس معرفت خالق میں کامل۔ ہر برائی سے کنارہ کش

ہر باطل سے منہ پھیرنے والے اور کمال ایمان پر فائز تھے۔

اسی حق شناسی اور اصنام کے آگے سرخم نہ کرنے نے علیؓ کے کردار میں استقامت علی الحق اور کمال شجاعت کا بھی اضافہ کر دیا کیونکہ سینکڑوں اور ہزاروں شجاعان عرب کے مقابلہ میں بالاعلان شرک سے انکار وقت ولادت سے لے کر الہ برحق کی عبدیت کا اعلان بڑے دل گردہ کا کام ہے۔

یہ بھی مان لینا ناگزیر ہے کہ جس بچہ کی نگاہ دو تین برس کی عمر میں بھی حق و باطل کی معرفت رکھتی تھی اس سے جوانی یا پیری میں کسی غلطی کا صدور محال اور ناممکن ہے اب اس کو چاہے عصمت کہیے یا عدالت یا مامون ومحفوظ کے لقب سے ملقب کیجئے۔یعنی صرف ایک کرم اللہ وجہہ، کے مسلم الثبوت جملہ سے حضرت علیؓ کے تمام فضائل - تمام مناقب۔ تمام صفات۔تمام کمالات کا انکشاف کر لینا ہر دقیق النظر کے واسطے ممکن ہے۔ میں تسلیم کروں یا نہ کروں لیکن علامہ مومن شبلنجی مصری نے نورالابصار مطبوعہ مصر میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کے اسم مبارک کے ساتھ کرم اللہ وجہہ اس لئے لکھتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تھے اور آپ کی والدہ کعبہ کے پاس آ کے کسی بت کے سامنے سرخم کرنا چاہتی تھیں، تو بچہ شکم مادر میں اس طرح بیچین ہوتا تھا کہ ماں بت کو سجدہ نہ کر سکتی تھیں۔اب اس سے زائد حضرت علیؓ کی فضیلت ہے اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب بطن مادر میں معرفت کے یہ کمالات تھے تو بعد ولادت تو بلندی علم وفہم و عصمت ہر فہم کی منزلت سے بہت بالاتر ہے۔

☆☆☆☆☆

عید غریباں

از: طوطی ہند کاسہ لیس حضرت امیر خسروؒ

عیدگاہ ما غریباں کوئے تو
انبساط عید دیدن روئے تو
(ہم پردیسیوں/غریبوں کی عیدگاہ آپ کا کوچہ ہے، آپ کا چہرہ دیکھنے کا لمحہ ہی ہماری عید ہے)

کعبہ من قبلہ من روئے تو
سجدہ گاہ عاشقاں ابروئے تو
(آپ کا چہرہ میرا کعبہ وقبلہ ہے اور عاشقوں کی سجدہ گاہ تیرے ابرو ہیں۔)

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر ہمتِ بازوئے تو
(ہمارے کاسے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاؤ آپ کے ہاتھ کی ہمت کو سلام ہے)

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیأ للہ از جمال روئے تو
(نادار اور غریب آپ کے در پر آئے ہیں اللہ کیے لیے اپنے چہرے کے جمال کی خاطر کچھ عنایت فرمایئے۔)

صد ہزاراں عید قربانت کنم
اے ھلالِ ما، خمِ ابروئے تو
(اے میرے ماہِ عید آپ کے ابرو کے خم پہ میں سیکڑوں ہزاروں عیدیں قربان کردوں)

یا نظام الدینؒ محبوبِ خدا
جملہ محبوباں غلام روئے تو
(اے حضرت نظام الدینؒ محبوب خدا سب محبوب آپ کے رخ مبارک کے غلام ہیں)

علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر!

اللہ اکبر! یثرب و بطحا کے والی کی کیا شان ہے! ہمارے قافلے کا چراغ ہمارے پیغمبرؐ کے راستے کا معمار کیا اچھا ہے کیسا مقدس ہے۔ اس کا باطن پیارا، ظاہر پیارا۔ صورت پیاری سیرت پیاری. اس کی طاعت کے کیا کہنے اس کے تقوے کے کیا کہنے۔ وہ سب سے بہتر، سب سے مکمل، سب سے سندر، سب سے اونچا سب کا حمائتی، عدل میں بے مثل حیدر وہی ہے، صفدر وہی ہے. وہ پناہ دینے والا علیؑ ہے۔ وہ ساتھ دینے والا علیؑ ہے، علیؑ کو ایمان کہوں، علیؑ کو قرآن کہوں؛ علیؑ کو سلطان کہوں؟ علیؑ کو آقا کہوں؟ (علی کو کیا کیا کہوں!)

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین چیزوں کا دیکھنا عبادت، ایک کعبہ، دوسرے قرآن اور تیرے علیؑ کا چہرہ!

پس! اے میرے رب! اس رسول ہاشمیؐ کی عزت وشان کا صدقہ جس کی خاطر یہ زمین و آسمان بنے، مجھے توفیق دے کہ تیرے فیض کو شامل حال پا کر کسی روز نجف کی طرف نکل جاؤں۔ آج کا دن کل بنے۔ اس روضے کے چکر ہوں! اس چوکھٹ کے بوسے ہوں اس روضے میں باریابی ملے جو جنت کی طرح روح افزا ہے ضریح پاک کو چوموں مزار پاک پر قربان جاؤں۔ آنسو بہاؤں، شوق میں نعرے لگاؤں۔

جسے آنکھ ملے وہ کیوں چوکے ان کا دیدار نعمت ہے اور نعمت بھی سب سے بڑی! اور میں تو صرف بڑی نعمت کہتا ہوں عاشق شیدا اسے فرض عین جانتا ہے، میرے دل و جان کی دنیا اس پر قربان کیا عظمت والی جگہ ہے فرشتے آسمان سے سانس روکے نظریں جھکائے چلے آتے ہیں حوروں کے ہونٹوں پر ان کے در کی خاک چومنے کے نشان ہیں پریوں کی پیشانیوں سے سجدوں کی کثرت ظاہر ہے۔ اس ایوان میں تو فرشتوں کی آنکھوں کے پردے بچھنے چاہئیں۔ اس کے فرش کے لئے قاقم اور دیبا کہاں موزوں ہیں؟

آقا سے جو لگن لگی ہوئی ہے اس سے بڑی امید بندھتی ہے کہ شاید ہندوستان سے روضہ والا کے سفر کا سامان ہو ہی جائے!

مولا! رسول ہاشمیؐ کی عزت وشان کا صدقہ!۔۔۔

توفیق کو شامل حال کر!!۔۔۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، جلد ۴۱، شمارہ ۱)

☆☆☆☆☆

© https://www.nawalahasanmizani.life

حضرت علی علیہ السلام سے متعلق اعتراضات اور اُن کے جوابات

از: نواب خادم حسن صاحب گدڑی شاہ اجمیری

ماہنامہ منادی کی جلد ۴۱ شمارہ ۲ میں ایک مضمون بعنوان ''مناصب مولا علی علیہ السلام'' شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کے بعض حصوں پر اعتراض کئے گئے ہیں۔ عبارت مضمون و اعتراضات اور مختصراً جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

۱۔ عبارت مضمون: مناصب مولا علی علیہ السلام۔

اعتراض: علیہ السلام کو لفظ صرف پیغمبروں کیلئے مخصوص ہے۔

جواب: قرآن مجید کی سورہ والصفت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''سلام علیٰ آل یاسین'' ترجمہ: آل یاسین پر سلام ہو۔

ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یعنی آل محمد پر سلام ہو (الکلبی الامام فخر الدین رازیؒ فی اربعین والسمہو دی الشافعی فی فضل الشرفین وابن حاتم وطبرانی واسیوطی فی درالمنشور)

شہر بن جوشعب حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بالتحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہؓ سے کہا کہ ''اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں (حسنین علیہم السلام) کو ہمارے پاس لے آؤ۔'' جب وہ اپنے ہمراہ انہیں لائیں تو آنحضرت ﷺ نے ان پر اپنی چادر اُوڑھادی اور فرمایا: ''اے پروردگار یہ آل محمد ہے تو اپنی رحمت اور برکت ان پر نازل کر جیسی کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل کی ہے۔ بیشک تو ستودہ اور برگزیدہ ہے۔'' (البیہقی)

پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے آل محمد پر سلام فرماتا ہے اور اس حدیث کے بموجب آل محمد میں جناب علی علیہ السلام شامل ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سلام بھیجنا اتباع اللہ تعالیٰ ہے۔

نیز جبرئیل و میکائیل علیہم السلام جیسے مقرب فرشتوں کی بھی تقلید ہے کہ ''جبرئیل و میکائیل علیہم السلام نے جناب علی السلام کو بروز بدر سلام کیا۔''

۱۔ یہ وہ مقرب فرشتے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ علیہ السلام لکھا جاتا ہے۔ پس سلام کے سزاوار فرشتے تک بھی حضرت علی علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ہر روز ہر ایک نماز کے وقت جناب امیر کے دروازے پر تشریف لاکر فرماتے۔ ''اسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ اے اہلبیت (ابن مردویہ سیوطی فی درالمنشور)

۲۔ عبارت مضمون رسالہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء مرسلین، اولیائے کرام اور نیک برگزیدہ بندوں کو اس عالم میں مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا اور ان حضرات کی بزرگی اور امتیازی شان ظاہر کرنے کے لئے انہیں صاحب تصرف کیا۔ ان سے معجزات، کرامات یعنی مافوق العادات کا ظہور ہوا۔

اعتراض: معجزہ پیغمبر کے لئے مخصوص ہے۔ حضرت علیؑ یا کوئی صحابی، معجزہ سے ان حضرات کا مطلق تعلق نہیں۔

جواب: اس عبارت میں لف ونشر مرتب (بالترتیب) ہے۔ یعنی انبیائے مرسلین سے معجزات اور اولیائے کرام اور نیک بندوں

© https://www.khwajahasannizami.in

سے کرامات یعنی مافوق العادات کا ظہور ہو۔

۳۔ عبارت مندرجہ رسالہ: علم شریعت میں امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمد حنبلؒ کے سلسلہ بسلسلہ پیشوائے اعظم علم و لایت میں تمام اولیاء کے امام، سلاسل، اصفیا کے سرچشمہ ومنبع، وصی ایسے کہ خاتم الاوصیا، باب العلوم رسول ایسے کہ علم نبوت وولایت میں سوائے رسول کے کسی اور سے کبھی کچھ نہ پوچھا نہ سیکھا۔ بلکہ علی الاعلان کہدیا کہ جیسے جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لے۔

اعتراض: حضرت یہ کیا غضب ہے! کیا کسی فرد کی عظمت کو ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ متعلق اور غیر متعلق ساری باتیں اس سے منسوب کردی جائیں فقہ واصول فقہ کے کسی معمولی طالب علم سے پوچھا جائے وہ اسے مہمل بتائے گا۔ یہ عقیدت نہیں بلکہ کم پڑھے لکھوں کو گمراہ کرنا ہے۔ فقہ میں خواہ حنفی ہو خواہ شافعی کسی سے حضرت علی (علیہ السلام) کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہے اس کی تدوین بہت بعد میں ہوئی اور اس کے سلسلے (بالواسطہ) دیگر صحابہ سے بہ نسبت حضرت علیؑ کے زیادہ ملتے ہیں اور ایک جملہ تو سخت غلو آمیز عقیدت بلکہ مغالطہ آفریں عقیدت نے لکھوایا ہے۔ ''علم نبوت وولایت میں سوائے رسول اکرم کے کسی اور سے کبھی کچھ نہ پوچھا۔ علم نبوت صرف رسول سے مخصوص تھا۔

جواب: اگرچہ عہد رسالتؐ میں تفسیر وحدیث اور فقہ کا علم موجود تھا مگر ان ناموں کے ساتھ موسوم نہ تھا۔ بعد ازاں جن جن حضرات کو امور دینیہ میں جس طرف توجہ خاص ہوئی وہ اس اسم سے موسوم ہوئے۔ جیسے قرآن مجید میں غور کرنے والے مفسر۔ احادیث کی جانچ پڑتال اور جمع کرنے والے محدث اور قرآن وحدیث سے استنباط مسائل کرنے والے فقیہہ کہلائے۔ پس اگر علم فقہ عہد نبوی میں اس نام سے منسوب نہ تھا لیکن یہ علم عہد رسالت میں موجود ضرور تھا۔ چنانچہ

عمیر بن عبداللہ بن یزید مدنی سے مروی ہے کہ رسول اکرم کے پاس جناب علی علیہ السلام کے ایک فیصلہ کر ذکر کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر تعجب کیا اور فرمایا: ''شکر ہے خدا کا جس نے ہم اہل بیت کو حکمت عطا کی۔'' (احمد)

انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ میری امت میں زیادہ قضاوالاعلی ابن طالب ہے۔'' (المصابیح)

ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ارشاد فرماتے تھے کہ ''میرے بعد میری امت میں علی ابن ابی طالب زیادہ قضاوالا ہے۔'' (خوارزمی المناقب)

سرور عالم کی رحلت کے بعد جناب علی علیہ اسلام فقہ میں اکابر صحابہ کے مرجع تھے اور صحابہ آپ کو اعلم بالسنۃ مانتے تھے۔ ازاں جملہ صحابہ کرام کے بعض اقوال جو جناب علی علیہ السلام کے تفقہ کی نسبت روایت ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے استفسار فرمایا کہ عاشورہ کے روزے کی نسبت تم کو کس نے فتویٰ دیا ہے۔ ''لوگوں نے عرض کیا جناب علیؑ نے۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا: وہ سنت نبوی کے بہت زیادہ جاننے والے ہیں۔'' (ابوعمر)

مشریح بن ہانی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے موزہ کے مسح کی نسبت سوال کیا۔ جناب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے

© https://www.khwajahassanizami.com

فرمایا: ''جناب علی علیہ السلام سے پوچھ۔'' (مسلم و ابن عبدالبر فی استیعاب)

عبدالرحمٰن بن عمر اذنیۃ العبدی اپنے والد ادینہ بن مسلمۃ العبدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں کہاں سے عمرہ کیا کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام سے جا کر پوچھ۔'' (استیعاب)

جناب علی علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کئی فیصلوں میں ترمیم فرمائی اور حضرت عمرؓ نے ان کے فیصلوں کے مطابق عمل کیا۔

یحییٰ بن عقیل کہتے ہیں کہ جب جناب عمر رضی اللہ عنہ جناب علی علیہ السلام سے کچھ پوچھا کرتے اور ان کے جواب سے خوش ہوتے تو فرماتے کہ تیرے بعد یا علی مجھے خدا زندہ نہ رکھے۔'' (الجندی)

سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ جناب عمرؓ خدا کی طرف پناہ مانگتے تھے اس مشکل امر سے جس میں جناب ابوالحسنؑ نہ ہوں۔ (احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ دوم) سے کہا گیا کہ اگر کعبہ کے زیورات کو آپ لے کر مسلمانوں کے لشکر میں صرف کر دیں تو یہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کعبہ کو زیور کی کچھ ضروت نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب علی علیہ السلام سے اس امر کی نسبت استفسار کیا۔ جناب علی علیہ اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ پر قرآن نازل فرمایا اور چار قسم کا مال قرار دیا ہے۔ ایک مسلمانوں کا مال ہے جس کو ذوالفرائض اور ورثہ میں تقسیم کیا گیا ہے اور ایک جرمانہ ہے اس کو اس کے مستحقوں پر بانٹنا ہے۔ اور ایک مال خمس ہے وہ خدا نے جن کو دینا تھا دیا۔ اور ایک زکوٰۃ ہے وہ بھی جن کا حق تھا ان کو دینے کا حکم دیا۔ پس ان ایام میں بھی کعبہ کا زیور موجود تھا خدا نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کو خدا نے بھولکر نہیں چھوڑا۔ تم بھی اسے اسی طرح پر رہنے دو جس طرح خدا نے اور خدا کے رسول نے رہنے دیا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ ''یا علی اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی رسوائی ہوتی۔'' (اربیع الابرار فی الباب خامس وسبیعن)

حضرت علی علیہ السلام کو فقہ و اجتہاد میں بھی کامل دستگاہ حاصل تھی بلکہ علم و اطلاع کی وسعت کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپ کی مستحضرانہ قوت سب سے اعلیٰ ماننی پڑے گی بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بھی آپ نے فضل و کمال کا ممنون ہونا پڑتا ہے فقہ و اجتہاد کے لئے کتاب اللہ اور سنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی کی بڑی ضرورت ہے اور حضرت علی علیہ السلام کو یہ کمالات خدا داد حاصل تھے۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کی تہہ تک آپ کی نکتہ رس نگاہ آسانی سے پہنچ جاتی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے ''ازالۃ الخلفاء'' میں آپ کی طباعی اور انتقال ذہنی کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مجنون زانیہ عورت پیش کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ''یہ ممکن نہیں کیوں کہ مجنون حدود شرعی سے مستثنیٰ ہے۔'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ارادہ سے باز آئے۔ (نہج البلاغت مطبوعہ لاہور بحوالہ مسند ابن حنبل)

©https://www.khwajahsanizami.com

ابی حزن بن ابی الاسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر خطابؓ نے (اپنے دور خلافت میں) ایک عورت کے رجم کا ارادہ کیا جو نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنی تھی۔ پس جناب علی علیہ السلام نے کہا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچہ کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینوں کے بعد ہے اور دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچہ کا دودھ چھڑانا دو برس (۲۴ ماہ) کے بعد ہے۔ پس حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی اور دودھ چھڑانے کی دو برس" پس حضرت عمرؓ نے اس کے رجم کو چھوڑ دیا اور کہا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔" (ابن السمان ومحبّ طبری فی ریاض النصرہ)

اس سے پیشتر کہ باب العلم رسول جناب علی علیہ السلام کے سلسلہ فقہ کے متعلق کچھ لکھا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اعلم ہونے کے متعلق بعض احادیث و بیانات یہاں نقل کی جائیں۔

بزار نے جابر بن عبداللہ سے اور عقیلی اور ابن عدی نے ابن عمرؓ سے اور طبرانی نے دونوں سے اور حاکم نے جناب علیؓ اور ابن عمرؓ سے اور امام بغوی نے اور ابونعیم نے جناب علی علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔"

امام بغوی نے جو روایت جناب علی سے کی ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن عباسؓ سے کی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے یہ الفاظ اور زیادہ روایت کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ" جو شخص علم تک پہنچنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ دروازہ سے داخل ہو۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے اور علائی و ابن حجر عسقلانی دونوں حافظان حدیث نے اس حدیث کے حسن ہونے کے متعلق لکھا ہے۔ واضح رہے اس حدیث میں علم سے مراد علوم نبوت سے ہے نہ کہ علم ابجد سے۔

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والا علی ابن ابی طالب ہے۔" (الویلمی)

جناب حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ" علی ابن ابی طالب تمام لوگوں سے خدا کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہیں اور سب لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زیادہ تعظیم اور محبت کے لائق ہیں۔ (ابونعیم فی فضائل الصحابہ)

مسروق سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سونگھا۔ پس مجھے معلوم ہوا کہ ان کا علم حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابو الدرداءؓ اور معاذ بن جبلؓ اور زید بن ثابتؓ اور جناب علی علیہ السلام کی طرف منتہی ہوتا ہے پھر میں نے ان سب بزرگواروں کو سونگھا پس مجھے معلوم ہوا کہ ان کا علم دو آدمیوں کی طرف یعنی جناب علیؑ اور ابن عبداللہ ابن مسعودؓ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ پھر میں نے ان دونوں صاحبان کو سونگھا پس معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ پر جناب علی علیہ السلام فضیلت رکھتے ہیں۔" (الخوارزمی، فی المناقب)

امام ابوحنیفہؒ نے علم فقہ جناب امام باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی طبقات میں

© https://www.khwajahsannizami.in

لکھتے ہیں کہ جناب امام باقر سے ان کے بیٹے امام جعفر علیہ السلام اور امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ نے روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہ کا خود کا قول ہے کہ ''اگر میں دوسال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہوجاتا۔''

امام شافعیؒ کے فقہ میں دو سلسلے ہیں ایک سلسلہ تو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد تھے اور امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے تلمذ حاصل کیا ہے۔اس وجہ سے امام شافعی کا یہ سلسلہ جناب امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ پر منتہی ہوتا ہے۔ دوسرا سلسلہ امام شافعیؒ ربیعہ الرائی کے شاگرد تھے اور ربیعہ الرائی نے فقہ وحدیث عکرمہ سے حاصل کیا ہے اور عکرمہ کو جناب علی علیہ السلام کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ کا امام مالک بن انسؒ پر منتہی ہوتا ہے اور امام مالکؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں اس لئے ان کا سلسلہ تلمذ بھی حضرت علی السلام کی طرف منتہی ہوتا ہے۔

پس یہ لکھنا صحیح ہے کہ ''علم شریعت میں امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام حنبلؒ کے سلسلہ بسلسلہ (جناب علی علیہ السلام) پیشوائے اعظم ہیں۔ اور معترض صاحب کا یہ لکھنا کہ فقہ کا خواہ حنفی یا شافعی کسی سے حضرت علی علیہ السلام کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

فیضان علی بنوت تمام امتیوں کے لئے ہے اور منصب نبوت نبی المحترم کے لئے مخصوص ہے۔تمام علوم دین نبوت رسول اکرم سے متعلق ہیں اور علم دین میں شریعت حقا شامل ہے۔قرآن مجید خود علم نبوت کا گنجینہ ہے۔کون کہہ سکتا ہے کہ علم نبوت میں قانون شریعت شامل نہیں ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اسی علم میں سوائے رسول اکرم کے کسی اور سے کبھی کچھ نہ پوچھا جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث واقوال سے یہ امور ثابت ہیں چنانچہ جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے ہزار باب تعلم کئے ہیں پس ہر باب سے ہزار ہزار باب میرے لئے کھل گئے۔(اربعین الرازی)

ابی حازم کہتے ہیں کہ ''جب حضرت عمرؓ کو کوئی مشکل پیش آیا کرتی تو ان سے (حضرت علیؑ سے) پوچھا کرتے تھے۔''

(احمد فی المناقب میں آخری عبارت) سعید بن مسیبؒ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کبار میں کوئی صاحب سوائے جناب علی علیہ السلام کے نہیں تھا جو یہ کہہ سکتا کہ مجھ سے پوچھو(احمد)

ابی عمرؓ کہتے ہیں کہ سوائے علی ابن ابی طالب کے کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو یہ کہتا مجھ سے پوچھو۔(البغوی)

رئیس المفسرین و ترجمان القرآن جناب ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب ہم کو کوئی بات جناب علی علیہ السلام سے ثابت ہوجاتی تو ہم ان کے غیر کی طرف رجوع نہیں کرتے۔(استیعاب)

جناب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ''جب جناب علی علیہ السلام مسجد میں ہوں تو کوئی فتویٰ نہ بیان کرے(استیعاب)

بیہقی اپنے استاد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ علی ابن طالب کو دیکھ لے۔''

© https://www.khwajahasanizamilm

جناب علی علیہ السلام نے خطبات میں وہ طریق ایجاد فرمائے ہیں جن سے شعرائے جاہلیت کو مطلق آگاہی نہ تھی عبدالحمید بن یحییٰ کا قول ہے کہ میں نے ستر خطبے جناب امیر علیہ السلام کے یاد کئے ہیں اور ابن بتاتہ جو مشہور وزبردست خطیب ہوا ہے جس کی حافظ ابن تیمیہ الحرانی خطبات میں تقلید کرتے ہیں کہتا ہے کہ میں نے مواعظ علی ابن ابی طالبؑ سے ایک خزانہ حاصل کیا ہے۔

قول سدید میں مولوی ضیا احمد لکھتے ہیں۔''ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ اجلہ صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے مسائل پوچھے ہیں مگر حضرت علی علیہ السلام نے صحابہ سے پوچھا ہو ایسی مثال نہیں ملتی۔

خوارج کے سردار قطری کو فصاحت میں یدطولیٰ حاصل تھا۔کسی نے اس سے پوچھا کہ تم کو خطابت میں یہ رتبہ کیسے ملا۔جواب دیا۔ میں نے اصلاح (مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں) کے پانچ سو خطبے یاد کر لئے ہیں اس کا یہ اثر ہے (قول سدید)

یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے کہ تفسیر حدیث، تفقہ، قضا، تصوف، خطبات اور شعر میں جناب مرتضیٰ کو اصحابؓ رسول ﷺ میں امتیازی مقام حاصل تھا۔(قول سدید)

افسوس آج بھی دنیا میں ایسے متعصب لوگ موجود ہیں جنہیں مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے فضائل (خواہ وہ قرآن اور حدیث سے ہی کیوں نہ ہوں) نہیں بھاتے بلکہ ان میں طرح طرح کی تاویلات کر کے گنہگار ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ فضائل امام اولیاء حضرت علی علیہ السلام کی تبلیغ نہ ہو اور مولا کی شان امتیازی منظر عام پر نہ آئے اور کوئی خصوصی فضیلت جناب علی علیہ السلام سے منسوب نہ ہونے پائے۔

۴۔ **اعترض:** مضمون نگار نے لفظ وصی کئی بار لکھا ہے۔ یہ لفظ اب ایک اصطلاحی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ رسول اللہ نے جانشینی کی وصیت کی تھی جسے دوسروں نے غصب کر لیا ایسے الفاظ بغیر صراحت کے استعمال کرنا تقاضائے احتیاط کے منافی ہے۔

جواب: لفظ وصی کے معنی کوئی اہل سنت جانشینی کے نہیں لیتا۔ بلکہ امور کی انجام دہی لیتا ہے جن کی بعد وفات رسول اکرم ﷺ سرور کونین ﷺ نے بجالانے کی وصیت کی ہے۔ صاحبان علم بخوبی جانتے ہیں جو وصی کی تشریحات رسول اکرم نے احادیث میں کی ہیں۔ایسی بعض احادیث بنوی حسبِ ذیل ہیں:

خاتم الوصین ہونا: انسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے سرور عالم نے فرمایا کہ''اے انس پانی لا کر ہمیں وضو کرا۔''پاس حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر آپ بیٹھے اور ارشاد فرمایا کہ:''آج جو شخص سب سے پہلے مرے پاس آئے گا وہ امیر المؤمنین اور خاتم الوصلین اور سید المسلمین اور سفید ہاتھ پاؤں اور منہ والوں کا امام ہے۔ ''اتنے میں جناب علیؑ تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔آنحضرت نے ارشاد فرمایا''اے انس دروزہ پر کون ہے؟'' میں نے عرض کیا۔''جناب علی ہیں۔''حضرت نے فرمایا:''دروازہ کھول دو۔'' میں نے دروازہ کھول دیا اور جناب علی اندر تشریف لے آئے۔''

خیر الوصین ہونا: انسؓ روایت کرتے ہیں کہ''میں سرور کونین کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا:''ابھی اسی وقت سید المسلمین اور امیر المؤمنین اور خیر الوصین آئیگا۔اتنے میں جناب علیؑ تشریف لائے۔''(ابوبکر مرودیہ)

© https://www.nhwanahasanizamulli

انوصی: انس کہتے ہیں کہ ہم نے سلمانؓ سے کہا کہ تم رسول اکرم سے پوچھو کہ حضور کا وصی کون ہے؟ سلمانؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ حضور کا وصی کون ہے؟'' حضرت نے فرمایا ''اے سلمان موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟'' سلمانؓ نے عرض کیا ''یوشع بن نون'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرا وصی اور وارث اور میرے قرضوں کو ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنے والا علی ابن طالب ہے (احمد فی المناقب)

جناب علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھ سے سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''تو میرا بھائی اور وارث اور وصی ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے حضور سے کیا ورثہ ملے گا؟ فرمایا ''جو ورثہ مجھ سے پہلے انبیاء نے پایا ہے۔'' میں نے عرض کیا حضور سے پہلے انبیاء نے کیا ورثہ چھوڑا ہے؟ فرمایا: ''کتاب اور پہلے نبی کی سنت۔'' (الخطر می)

سلمانؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول کرم فرمانے لگے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا؟'' میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ آنحضرت نے فرمایا: ''میرا وصی میرے اہل بیت میں اور جن کو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر علی ابن ابی طالب ہیں۔'' (ابن مردویہ)

اعتراض: لکھا ہے ''ہم نفس ہیں رسول کے مشکلکشا علیؑ'' یہ ہم ''نفس رسول'' ملاحظہ فرمایا: توبہ توبہ

جواب: دارالقطنی جناب علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ مشورت (برائے منصب خلافت) کے روز اہل مشورہ سے آپ نے تکرار کرتے وقت فرمایا کہ ''میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے سوا ایسا شخص موجود ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کسی کے نفس کو حضرت نے اپنا نفس اور کسی کے بیٹوں کو حضرت نے اپنے بیٹے قرار دیا ہو؟ سب نے کہا: ''خدا کی قسم ہے کوئی نہیں۔''

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (آیت مباہلہ میں) ''انفسنا'' سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلیم اور جناب علی علیہ السلام اور ابنائنا سے حسنینؑ اور نسائنا سے جناب سیدہؑ مراد ہیں'' (الحاکم)

امام فخر الدین رازی ''اربعین'' میں ارقام فرماتے ہیں کہ آیت مباہلہ میں انفسنا سے مراد جناب علی علیہ السلام ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ نفس رسول بعینہ نفس علی نہیں ہوسکتا پس بالضرور یہاں مساوات سے مراد ہے اور اس بات سے امر حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل ومناقب رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکت میں تھے بجز شرف نبوت کے وہ ہی فضائل جناب علی علیہ السلام کو حاصل تھے۔'' پس جناب علی علیہ السلام کے نفس رسول ہونے پر توبہ توبہ کرنا آیت مباہلہ کو جھٹلانا ہے۔ اور مندرجہ ذیل حدیث نبوی کی تکذیب کرنا ہے۔

عمر ابن العاص ناقل ہیں کہ جب میں غزوۂ ذات السلاسل سے واپس آیا میرا گمان تھا کہ آنحضرت ﷺ کو مجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہ ہوگا۔ میں اسی زعم سے حضرت سے پوچھنے لگا۔ ''یارسول اللہ حضور کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟'' حضرت نے فرمایا ''عائشہ'' میں نے عرض کیا کہ میں عورتوں کی نسبت نہیں عرض کرتا۔ حضرت نے فرمایا ''اس کا باپ'' میں عرض کیا ابوبکرؓ کے بعد حضور کو کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا حفصہ میں نے عرض کیا کہ ''میں عورتوں کی نسبت تو پوچھتا ہی نہیں'' حضرت نے فرمایا ''اس کا

© https://www.khwajahasanizamilib

باپ عمرؓ ''میں نے عرض کیا یارسول اللہ علی کہاں گئے؟''حضور اپنے صحابہ کی طرف ملتفت ہوکر فرمانے لگے۔''اس شخص کو دیکھو کہ میرے نفس کی نسبت مجھ سے پوچھتا ہے۔''(ابن النجار)

اعتراض: پورا مضمون پڑھ کر حضرت علیؑ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوتا اس کے سوا کہ وہ سب کچھ تھے۔

جواب: بے شک جناب علی علیہ السلام سوائے نبوت کے تمام مناصب ومراتب عالیہ کے حامل تھے۔جیسا کہ امام نووی کی شرح حدیث اور حدیث نبوی سے ظاہر ہے ۔ چنانچہ۔سعد ابن وقاص سے روایت ہے کہ معاویہ نے ان سے کہا''آپ ابوتراب پر سب کیوں نہیں کرتے؟''(انھیں برا کیوں نہیں کہتے) سعدؓ نے کہا کہ میں نے تم سے ان باتوں کا ذکر نہیں کیا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں ہرگز ان پر سب نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے اگر ایک بات بھی مجھے حاسل ہوتی تو میرے نزدیک سرخ پشم والے اونٹ سے بہتر تھی۔ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے درآں حالیکہ حضرت نے ان کو بعض غزواۃ میں اپنے پیچھے چھوڑا تھا حضرت سے جناب علی نے عرض کیا''یارسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا''کیا تو راضی ہیں کہ تو مجھ سے بمنزل ہارون کے ہے موسیٰ سے لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے۔''نیز میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر کے دن فرماتے ہوئے سنا ہے کہ''کل ہم اپنا علم ایسے شخص کو دینگے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔اور اللہ اور اللہ کے رسول اسے پیار کرتے ہیں''سعدؓ کہنے لگے بس ہم نے گردن اٹھا کر دیکھا اور رسول اکرم نے فرمایا:''علی کہاں ہے اس کو میرے پاس لاؤ''جب وہ حاضر ہوئے ان کی آنکھوں میں آشوب تھا۔حضرت ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور علم ان کے حوالے کیا اور خدا نے انہیں فتح عطا کی۔اور جب یہ آیت (آیت مباہلہ) نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے''اے محمد جھگڑنے والوں سے کہہ دیجئے کہ''آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنے نفس اور تمہارے نفس کو۔''تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے جناب علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنین کو بلا بھیجا اور دعا کی کہ''اے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔''(احمد ومسلم والترمذی والنسائی)

المنہاج شرح مسلم میں امام نوویؒ اس حدیث (کیا تو راضی ہیں کہ تو مجھ سے بمنزل ہارون کے ہے موسیٰ سے لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے۔) کی شرح میں لکھا ہے کہ''اس حدیث سے جناب علی علیہ السلام کی فضیلت کا اثبات ہے۔جس میں تعرض نہیں کیا جاسکتا باعت ان کے افضل ہوئے کے اپنے سے غیر سے یا اپنے مثل اصحاب سے اور اس سے ان کی خلافت برنبائے فضیلت نہیں ہے بلکہ انتظام امت کے لئے خلوص نیت کے ساتھ جسے امتی منتخب کریں۔

اس کے سوا مندرجہ ذیل احادیث نبوی سے اور شرح حدیث، سے بھی مولائے عالم جناب علی علیہ السلام کی فضیلت کا اظہار ہے۔

حارث الاعود حضرت علی علیہ السلام کے علمبردار ناقل ہیں کہ ہم کو خبر لگی ہے کہ رسول اکرم اپنے صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ ارشاد فرمایا:''میں تمہیں ایسے شخص کو دکھاؤں کہ اپنے علم

میں وہ جناب آدم علیہ السلام اور فہم میں جناب نوحؑ اور حکمت میں ابراہیمؑ ہے۔'' کچھ دیر گذری تھی کہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ حضور نے ایسا آدمی بیان فرمایا ہے کہ فضائل میں تین نبیوں کے مساوی قیاس کیا جاسکتا ہے وہ کون ہے؟'' آنحضرت نے فرمایا: ''اے ابوبکر کیا تم اس کو نہیں جانتے؟'' جناب ابوبکرؓ نے عرض کیا: خدا اور خدا کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' وہ ابوالحسن ابن ابی طالب ہے۔'' ابوبکرؓ کہنے لگے۔ ''مرحبہ اے ابوالحسن تیرا مثل کہاں ہے۔'' (ابوبکر بن مردویہ)

بیہقی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے علم کے ساتھ اور حضرت نوحؑ کو ان کے تقوے کے ساتھ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے خلیل ہونے کے ساتھ اور حضرت موسیٰؑ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور حضرت عیسیٰؑ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔''

اس حدیث کی شرح میں امام فخر الدین رازیؒ ''اربعین فی اصول الدین'' میں ارقام فرماتے ہیں کہ ''جناب علی علیہ السلام ان صفات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے مساوی تھے اور کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا کہ یہ انبیاء کرام تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ چونکہ مساوی الافضل افضل ہوا کرتا ہے۔ اس لئے جناب علی علیہ السلام بھی ان سے افضل ٹھیرے۔''

بنی امیہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ان فضائل کو جو قرآن واحادیث سے ثابت ہیں نظر انداز کر کے اور مولا کو برا کہہ کر جو گمراہ کن بدخیالی پھیلائی تھی اس کے برے اثرات آج تک لوگوں میں چلے آتے ہیں۔ جناب علی علیہ السلام کو برا کہنے کا سلسلہ بقول مولف ''المرتضیٰ'' وغیرہ مسلسل تقریباً ساٹھ سال تک رہا اور بقول حافظ سیوطی ستر ہزار سے زیادہ منبروں پر علی الاعلان جناب علی علیہ السلام کو برا کہا گیا اور بقول علامہ احمد الحفظی الشافعی (جیسا کہ انہوں نے اپنے ایک شعر میں لکھا ہے) ستر ہزار دس منبروں سے حیدر پر لعنت کرتے تھے۔''

جو لوگ بنی امیہ کی اس گمراہی پھیلانے والی تبلیغ سے اس زمانہ میں بھی متاثر ہیں ان کے سامنے اگر جناب علی علیہ السلام یا اہلبیت اطہر کے فضائل میں خواہ بموجب آیات قرآنی واحادیث نبوی ہی کوئی کچھ بیان کرتا ہے تو اسے رافضی کا خطاب دیکر خاموش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امام نسائی علیہ رحمتہ بھی اس تبلیغ (پروپیگنڈے) کے برے اثرات کا شکار بنائے گئے یہاں تک کہ ان کے پوشیدہ مقام پر لاتیں مار کر انہیں دمشق میں مسجد سے نکال دیا گیا (دیکھو ریاضت الایمان)

امام نسائیؒ نے ایک مستقل کتاب ''الخصائص'' حضرت علی کے فضائل میں لکھی ہے جو بالاخران کی شہادت کا سبب ہوئی۔ (قول سدید)

امام شافعی علیہ رحمتہ کو جناب علی علیہ السلام کی مدحت بیان کرنے کے جرم میں رافضی کہا گیا مگر امام موصوف نے جس بیباکانہ طور پر ایسے اشخاص کو جناب علی علیہ السلام اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت سے آگاہ کیا ہے وہ ان کے اشعار کے مندرجہ

ذیل ترجمہ سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں: ''جب ہم جناب علی علیہ السلام کو فضیلت دیتے ہیں تو بیوقوفوں کے نزدیک رافضی ٹھہرائے جاتے ہیں اور جب ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں تو ناصبی قرار دیئے جاتے ہیں۔ میں ان دونوں کی محبت میں مرتے دم تک رافضی اور ناصبی ہوں۔ اگر آل محمد کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔'' (صواعق محرقہ)

بیہقی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے یہ اشعار اس وقت تصنیف کئے تھے جب از راہ طعن وحسد ان کو رافضی کہا گیا۔

ترجمہ اشعار: حضرت علی کی محبت ایک قسم کی ڈھال ہے وہ دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے (حدیث میں قسیم النار والجنہ آیا ہے) میں خدا کی قسم وہ حضرت محمد مصطفیٰ کے وصی ہیں، اور جن وانس کے امام ہیں۔

مرتبہ شناس طبقۂ اصفیا بھی اپنے پیشوائے اعظم حضرت علی علیہ اسلام سے محبت اور عقیدت رکھنے کے باعث ''رافضی'' کے خطاب نہ بچ سکا۔ چنانچہ نظامی سلسلہ کے مشہور درویش حضرت شاہ مذاق علیہ رحمتہ بھی اس خطاب سے نہ بچ سکے آخر انہوں نے اپنے ایک فیصلہ کن شعر میں اس غلط فہمی اور غلط بیانی کی تردید کر کے اصل حقیقت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

شعر: من علی را دوست دارم خلق گوید رافضی
پس خدا و مصطفیٰ و جبرئیل ہم رافضی (نعوذ باللہ)

(نوٹ: میں علی کو دوست رکھتا ہوں تو دنیا مجھے رافض کہتی ہے، اس طرح تو خدا اور مصطفیٰ اور جبرئیل بھی رافضی ٹھہریں گے۔ نعوذ باللہ)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی کتاب میں جس قدر آیات جناب علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔'' (ابن عساکر و ابن حجر فی صواعق محرقہ)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔'' (ابن عساکر)

حاکم امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کے لئے اس قدر فضائل وارد نہیں ہوئے جس قدر جناب علی کے لئے وارد ہوئے ہیں اسمٰعیل بن اسحاق القاضی اور ابوعلی نیشاپوری بھی یہی کہتے ہیں اور امام احمد بن شعیب انسائی کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں جناب علیؑ کی شان سے زیادہ حدیثیں جید اسناد کے ساتھ روانہ نہیں ہوئیں۔ (استعیاب وصواعق محرقہ والخوارزمی ومحمدین یوسف الگنجی الشافی وثعلبی فی تفسیر ومطالب السؤل)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق شناسی کی توفیق عطا فرمائے اور ایسی جرأت عطا فرمائے کہ ہم پر خلوص محاسبہ کر کے اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کو خوشنودی حق تعالیٰ کے لئے بے تکلف تسلیم کر لیا کریں۔

☆☆☆☆☆

https://www.khwajahasanizami.com

بلند ہو علیؑ علیؑ زبان خاص و عام سے

از : جناب اشتیاق علی شوق

کروں گا آج تذکرہ کچھ ایسے اہتمام سے
بلند ہو علیؑ علیؑ زبان خاص و عام سے

عرب میں روشنی ہوئی تجلی امام سے
عرب ہی کیا چمک اٹھا جہاں علیؑ کے نام سے

ہوئے ہیں مستفیض سب انھیں کے فیض عام سے
ملا ہے جس کو جو بھی کچھ ملا در امام سے

عجیب کیف ونور ہے عجیب سا سرور ہے
کھڑے ہیں صف بصف ملک ادب سے احترام سے

ہر اک پہاڑ طور ہے ہر ایک سمت نور ہے
بکھر گئیں تجلیاں ولادت امام سے

گزاریں نذریں آپ بھی درود کی سلام کی
ملے گا مقصد دلی ابھی قبول عام سے

بفیض صحبت نبیؐ سعادتیں ملیں ہمیں
کبھی ولی کے نام سے کبھی وصی کے نام سے

جو چاہا جس نے مل گیا جو مانگا جس نے دے دیا
سبق لیا ہر ایک نے سخاوت امام سے

محبّ اہل بیت کو غم والم سے کیا غرض
بفیض پنجتن چھٹا غم والم کے نام سے

تھے بستر رسولؐ پر کچھ اس طرح سے مطمئن
اجل کھڑی لرز رہی تھی ہیبت امام سے

زمیں کی گردشیں رکیں پلٹ کے شمس آ گیا
تری نماز بے نیاز فکر و صبح شام سے

ہے پنجتن کا واسطہ پلادے گن کے پانچ جام
نہ مٹ سکے گی تشنگی اب اپنی ایک جام سے

حقیقتاً رہی ہے شوقؔ کا مگار زندگی
جسے عطا ہوا ہے جام الفت امام سے

© https://www.khwajahasanizari.life

زبدۃ الانام حضرت خواجہ حسن بصری

قسط 3

جنّات: خواجہ حسن بصریؒ کے نزدیک دین اور تبلیغ دین کا کام بہت اہم تھا، آپ کی تبلیغی کوششیں انسانوں ہی تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ انسانوں سے گزر کر جنات تک اس کا دائرہ عمل وسیع تھا۔ چنانچہ جنات کے غول کے غول آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرتے۔ اور ہدایت ورشد کی برکتوں سے مالا مال ہوتے۔ اور نشر و اشاعت میں ممد ومطالعات میں رہتے تھے۔

عبداللہ نامی آپ کے ایک دوست کا بیان ہے کہ ایک دن علی الصباح میں خواجہ حسن بصریؒ کی مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کا دروازہ بند ہے۔ اور آپ دعا میں مشغول ہیں۔ اور ایک مجمع آمین کہہ رہا ہے۔ میں سمجھا کہ آپ کے کچھ دوست جمع ہیں اور ان کے ساتھ آپ دعا فرما رہے ہیں۔ دُعا ختم ہوئی تو مسجد کا دروازہ کھلا میں مسجد میں داخل ہوا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں آپ کے سوا نہ کوئی آدم ہے نہ آدم زاد اتنے میں نمازی آنے لگے۔ جماعت کا وقت ہوگیا، نماز سے فارغ ہوکر نمازی رفتہ رفتہ رخصت ہوگئے۔ جب تخلیہ ہوا اور آپ بھی معمولات سے فارغ ہوگئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ بات کانٹے کی طرح میرے دل میں کھٹک رہی تھی میں نے آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ یہ ایک سر ہے اسرارِ الٰہی میں سے میں تمہیں بتائے دیتا ہوں لیکن تم میری حیات میں کسی کو نہ بتانا میں نے دست بستہ عرض کیا۔ بخدا ایسا ہی ہوگا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق میں کسی پر یہ بھید ظاہر نہ کروں گا۔ خدا میری مدد فرمائے۔

آپ نے فرمایا: اے عبداللہ تم نے جو آواز سُنی وہ جنات کی آواز تھی۔ جنّات میرے پاس علم دین سیکھنے آتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیا عطارص ۳۵، سیر الاقسطاب ص، اخزنیتہ الاصفیا جلد اص ۳۳۴) وہی آمین کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اور خاموش ہوگئے پھر اور گفتگو ہونے لگی۔ بعد ازاں میں آپ سے رخصت ہوکر چلا آیا اور آپ درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

رغبت کا صلہ: خواجہ حسن بصریؒ بہت ہی کریم النفس بزرگ تھے۔ عفو و درگزر آپ کی طبعیت کا نمایاں وصف تھا اور یہ وصف اصلاح و تبلیغ کی راہ میں بہت ہی کارگر ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو جب کسی معتبر ذریعے سے یہ علم ہوتا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے اور آپ کو بُرا بھلا کہا ہے۔ تو آپ اسکے پاس کچھ تحفہ بھیجتے اور یہ کہلا بھیجتے:

تم نے غیبت کر کے اور مجھے برا بھلا کہہ کر اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں لکھوادی ہیں میں اس کے صلے میں اور اس کے شکریہ میں یہ تحفہ تمھیں بھیجتا ہوں۔ مجھے معاف کرنا کہ اس سے زیادہ صلہ دینے کی توفیق نہیں ہے۔ (تذکرۃ الاولیا عطارص ۳۹)۔

اس عمل کا جو اثر ہوسکتا ہے۔ وہ ظاہر ہے جس کی

© https://www.khwajahasannizami.me

نیکیاں اس طرح ضائع ہوئی ہوں وہ کیا محسوس کرے گا۔ یقیناً وہ عہد کرے گا کہ میں آئندہ ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ اور نہ صرف آپ کی غیبت نہ کروں گا بلکہ کسی کی بھی غیبت نہ کروں گا۔ نہ معلوم اس طرح میری کتنی نیکیاں ضائع ہوئی ہوں گی۔ اگر خواجہ حسن بصریؒ کرم نہ فرماتے تو غفلت کے ہاتھوں نہ معلوم اور کتنی نیکیاں ضائع ہوتیں اور جب میں دنیا سے رخصت ہوتا تو میرا دامن نیکیوں سے خالی ہوتا۔ وہ شکر گزار بھی ہوتا۔ اور اسے اپنے کیے پر ندامت بھی ہوتی۔ اور اس طرح اس کی اصلاح ہو جاتی۔ بلاشبہ تبلیغ کے لئے حکمت و دانائی کی بہت ضرورت ہے۔

توکل علی اللہ کی تعلیم: خواجہ حسن بصریؒ صاحب کشف و کرامت اور صاحبِ تصرف بزرگ تھے۔ لیکن ان کے اس وصف کا نقطۂ نظر بھی اوصاف حمیدہ کی تبلیغ اور دینِ برحق کی اشاعت ہوا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ ایک قافلے کے ہمراہ سفرِ حج میں تھے۔

اتفاقاً ایک بے آب و گیاہ جنگل سے گزر ہوا۔ پانی کسی کے پاس رہا نہ تھا وضو و غسل تو درکنار پینے تک کو ترس گئے۔ اتفاق سے سرِ راہ ایک کنواں نظر آیا۔ مگر ڈول اور رسی ندارد، قافلے والے حیران و پریشان کہ اب کیا کریں اور کیا نہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ صورتِ حال ہے۔ اب کیا کریں۔ آپ نے فرمایا میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں انشاء اللہ خدائے تعالیٰ فضل فرمائے گا کوئی راہ نکل آئے گی۔ تم سیر ہو کر پانی پی لینا۔ آپ نے یہ کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ خدا کے فضل سے کنویں کا پانی اوپر چڑھنے لگا اور کنارے تک آ پہنچا۔ اور سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا۔ مگر ایک شخص نے دور اندیشی کے خیال سے ایک مشکیزہ بھر لیا۔ مشکیزہ بھرنا تھا کہ پانی اترنا شروع ہوا اور کنویں کی تہہ میں جا پہنچا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو قافلے والوں نے یہ ماجرا آپ کو سنایا۔ آپ نے سن کر فرمایا:

تم نے خدا پر نہیں مشکیزے پر بھروسہ کیا۔ اس لیے پانی اتر گیا ورنہ کبھی نہ اترتا۔ اور مخلوق سیراب ہوتی رہتی۔ (تذکرۃ الاولیا عطار ص ۳۵)۔

یہ توکل علی اللہ کا عملی سبق تھا۔ فعل میں قول سے زیادہ متاثر کرنے کی قوت ہوتی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کا ارشاد ہے:

نصیحت زبانِ قال سے نہیں زبانِ حال سے موثر ہوتی ہے۔ (فوائد الفواد جلد ۴ ص ۱۹۰)

اور یہ بھی ارشاد ہے:

علما جو دعوتِ (تبلیغ و عمل) زبان سے دیتے ہیں مشائخ وہی دعوت عمل سے دیتے ہیں (سیرۃ الاولیا ص ۳۲۱ چ)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ کا طریقِ تبلیغ قال ہی نہ تھا بلکہ حال بھی تھا۔ اور توکل اللہ کی اہمیت ان کی نظر میں کیا تھی۔ اور وہ کس طرح مخلوق کو عارضی سہاروں سے بے نیاز ہونے۔ اور حقیقی سہارے کی رسی کو مضبوط پکڑنے کی تعلیم دیتے تھے۔ اور یہ وصف اس عہد میں ہے اللہ پاک ان بزرگوں کے طفیل میں ہمیں بھی اس وصف سے سرفرازی عنایت فرمائے۔ آمین۔

حق گوئی اور بیباکی: اولیاء اللہ کا یہ خصوصی وصف ہے کہ وہ جری اور بیباک ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی

© https://www.khwajahasanizami.life

سے نہیں ڈرتے۔اخلاقی قدروں سے کام لینا ان کا معمول ہے لیکن حق گوئی و بیبا کی میں وہ کبھی دریغ نہیں کرتے۔اور جو کچھ کہنا ہوتا ہے برملا کہتے ہیں۔

خواجہ حسن بصریؒ میں بھی یہ وصف بہت نمایاں اورنہایت اُجاگر تھا حتیٰ کہ حجاج بن یوسف جیسا سفاک وظالم بھی آپ کے اس وصف سے متاثر تھا۔اوراس کو آپ کی شخصیت کا اعتراف کرتے بن پڑی (حجاج بن یوسف ثقفی کا ظلم وستم ضرب المثل ہے۔عبدالملک بن مروان نے ۷۵ھ امیر عراق کا منصب دیا۔خراسان میں امیر رہا۔صحابہ کرام کی سخت توہین کی۔حضرت انسؓ وجابرؓ کو ذلیل کیا۔۹۵ھ میں انتقال کیا)۔

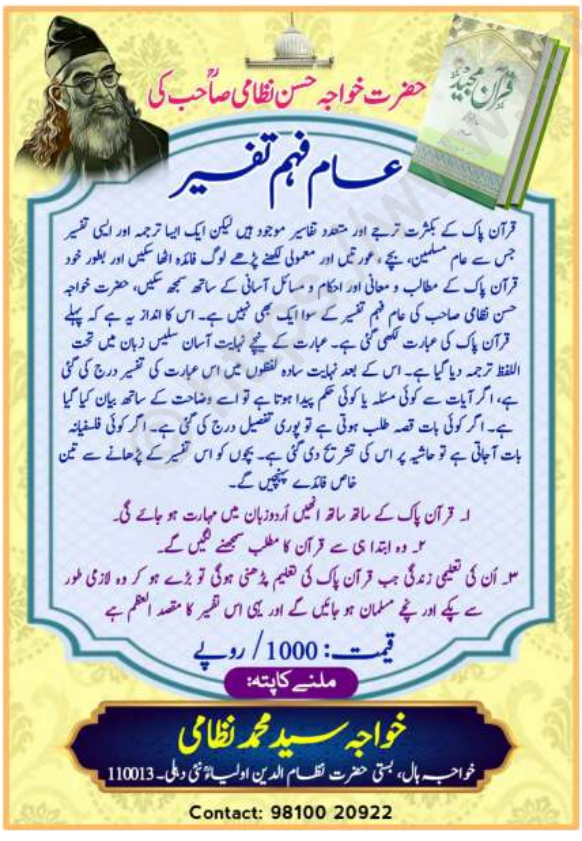
حجاج کی حاضری:خواجہ حسن بصریؒ ہفتے میں ایک دن تقریر فرماتے تھے ایک دن جب آپ تقریر فرمارہے تھے تو حجاج بن یوسف اچانک آپہنچا،اس کے ہمراہ ایک لشکر تھا۔اورلشکری ننگی تلواریں ہاتھ میں لیئے ہوئے تھے۔ عجیب خوف وہراس کا منظر تھا۔اس کی اس شان اوردبدبے سے اچھے اچھوں کا پتہ پانی ہوجاتا تھا۔اور بڑے بڑے مستقل مزاج اوسان باختہ ہوجاتے تھے۔

حجاج مجلس میں بیٹھ گیا۔آپ تقریرفرماتے رہےاوروہ سنتا رہا۔آپ کے انداز گفتگو میں اورآپ کے لب ولہجے میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔اورآپ نے نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ کون آیا اورکون نہیں۔اورجو کچھ کہنا چاہتے تھے بے خوف وخطر کہتے رہے۔اورتقریر کو جہاں ختم کرنا تھا ختم کیا۔اور پھر بھی کوئی تملق اورخوشامد کی بات نہیں کی۔یہاں تک کہ حجاج بن یوسف اپنی جگہ سے اُٹھا۔آپ کے قریب پہنچا۔آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اورمجلس سے خطاب ہوکر کہا:

انظرالی الرجل ''مردِکامل کی طرف دیکھو''حجاج کے اس طرزِعمل سے سب حیران رہ گئے۔اورسب کو تعجب تھا کہ یہ ظالم وجری یہاں آکر کیسے موم ہوگیا۔اورخواجہ حسن بصریؒ کی عظمت وبزرگی۔اوران کی حق گوئی وبیبا کی کا نقش دلوں پر بیٹھ گیا۔اورسب کو اعتراف کرنا پڑا۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیبا کی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جاری۔۔۔



عوارف المعارف (2)

از: حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

فقیہ کون ہے؟ حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فقہا نے (اس امر میں) ایسا ہی کہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو نے فقیہ کبھی دیکھا بھی ہے؟ فقیہ وہ ہے جس کو دنیا کی طرف کبھی رغبت نہ ہو جب صوفیائے کرام نے علم داست سے حصہ حاصل کیا اور ان کو اس عمل داست نے علم کے ساتھ ساتھ عمل کا فائدہ دیا (انھوں نے اس علم داست پر عمل کیا) اور انھوں نے جب ان چیزوں پر عمل کیا جو ان کے علم میں آئیں تو عمل سے بھی ان کو علم وراثت کا فائدہ حاصل ہوا اس طرح وہ تمام علوم میں علماء کے شریک ہو گئے اور چونکہ ان کے پاس علم سے زیادہ علوم ہیں اس طرح وہ علماء کے شریک علم ہی نہیں بلکہ ان سے علم میں ممتاز ہو گئے اور وہ علوم زائد علوم وراثت ہیں اور علوم وراثت تفقہ علم میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ ترجمہ: پس کیوں نہیں نکلی ان کے ہر فرقہ سے ایک جماعت تا کہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور آگاہ کریں اور خون دل میں اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس واپس آئیں۔

تفقہ فی دین کے معنی: پس انذار یعنی ڈرانا فقہ سے مستفاد ہوا فقہ کا منصب ثابت ہوا اور انذار کیا ہے وہ ان لوگوں کا علم کے آب حیات سے زندہ کرنا ہے جو ڈرائے گئے ہیں اور یہ رتبہ یعنی زندہ کرنا اس شخص کا ہے جو فقیہ دین ہو، اس سے ثابت ہوا کہ دین میں تفقہ اعلیٰ اور اکمل مرتبہ کا حامل ہے اور یہ علم ایسے عالم کا علم ہے جو دنیا کی طرف راغب اور مائل نہ ہو، اور ایسے متقی اور پرہیز گار کا جو اپنے علم کے باعث مرتبہ نذیر کو پہنچتا ہو۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ علم اور ہدایت کا اولین مرجع ومورد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاشان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم اور ہدایت ان پر وارد ہوئی جس کے باعث ظاہر و باطن میں آپ کو توانائی اور تنومندی حاصل ہوئی اس توانائی سے دین کو قوت اور توانائی حاصل ہوئی اور دین قوی یشت ہو گیا۔

دین کی اصل: دین انقیاد (فرمان پذیری) اور خضوع یعنی فروتنی اور تواضع کا نام ہے وہ ان دونوں سے مشتق ہے یعنی دین یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو اپنے رب کیلئے مردار پست کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: اس نے تمھارے لئے دین میں وہی راستہ بنا دیا جس کے ساتھ نوح (علیہ السلام) کو نصیحت کی تھی اور جو کچھ کہ ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی اور جس کے ساتھ ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو نصیحت کی کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

دین میں تفرقہ ڈالنے سے اعضاء پر لاغری اور کمزوری غالب ہو جاتی ہے۔ ظاہری شادابی اور تازگی جس سے اعضاء کی تر و تازگی مراد ہے اس طرح ہے (اس طرح حاصل ہو سکتی ہے) کہ نفس بھی منقاد و مطیع ہو اور حال بھی اور یہ تازگی و شادابی اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب قلب میں تازگی اور توانائی ہو علم سے قلبی تر و تازہ ہونا دریا کی مثال ہے یعنی جب قلب علم سے تازگی و تری حاصل کرتا ہے تو وہ دریا کی طرح رواں بن جاتا ہے اس طرح رسول اللہ صلی الہ علیہ سلام کا قلب مبارک علم و ہدی کے ساتھ ایک بحر موّاج بن گیا۔ (موجیں مارتا ہوا سمندر) اور قلب یہ بحر مواج آپ کے

نفس تک وسیع ہوگیا اور اس سے جاملا اور وہی علم وہدی کی تازگی جو قلب شریف پر وارد ہوئی تھی آپ کے نفس شریف پر بھی نمایاں ہوگئی اس وقت آپ کے نفس کے تمام صفات اور اخلاق یکسر بدل گئے نفس سے پھر یہ تازگی تمام اعضاء اور جوارح میں سرایت کرگئی اور اس وقت یہ تمام اعضاء اور جوارح خوب توانا، تروتازہ اور سیراب وشاداب ہوگئے جب پکا قلب منور نفس شریف اور تمام اعضا وجوارح اس علم بدی سے خوب شاداب اور تروتازہ ہوگئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ اُمت میں تشریف لائے، آپ کے اس قلب شریف کے سامنے جو علوم الٰہیہ کے پانی سے لہریں مار رہا تھا، فہم و فراست کی نہریں آئیں چنانچہ ہر نہر میں آپ کے قلب شریف کے لہریں مارتے ہوئے پانی کا ایک حصہ جو اس کے نصیب کا تھا پہنچا اور وہ اس فہم کی نہر میں دخل ہوکر موجزن ہوگیا۔ یہی آب رواں جو آپ کے قلب شریف کے بحر مواج سے نہروں میں پہنچا، فقہ دین ہے۔

فقہ دین کی منزلت : رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرما کہ اللہ عزوجل کی عبادت کسی ایسی چیز کے ساتھ نہیں کی گئی جو فقہ دین سے اعلیٰ وافضل ہو (اللہ کی عبادت میں فقہ دین سب سے اعلیٰ وافضل ہے) بیشک ایک فقیہ دین تن تنہا شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر شے کے لئے ایک ستون ہوتا ہے اور دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہیکہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کر دیتا ہے۔ اور بیشک میں قاسم ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔

ہمارے شیخ (ابونجیب سہروردیؒ) نے فرمایا کہ جب علم دل تک پہنچا تو دل کی آنکھ کھل گئی اور اس نے حق وباطل کو دیکھا اور اس نے ہدایت وگمراہی میں امتیاز کیا جس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے سامنے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ: جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اس نیکی کو دیکھ لیا اور میں نے ذرہ بھر برائی کی وہ اس برائی کو دیکھ لے گا) تو وہ اعرابی کہنے لگا حسبی حسبی، بس بس مجھے یہ کافی ہے۔ مجھے یہ کافی ہے۔ اس وقت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہوگیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ افضل عبادات فقہ دین ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے فقہ کو قلب کی صفت بتایا ہے۔ ارشاد فرمایا: (ترجمہ: ان کے دل ایسے ہیں جو آیات قرآنی کو ان کے (معانی کے) ساتھ نہیں سمجھتے۔) پس جب کہ وہ فقیہ ہوئے تو انھیں علم ہوا اور جب انھیں علم ہوا تو انھوں نے عمل کیا اور جب وہ عامل ہوئے تو ان کو معرفت حاصل ہوگئی اور جب وہ صاحب معرفت ہوئے تو مہتدی (ہدایت یاب) ہوگئے، پس جس کسی نے بھی جتنا زیادہ تفقہ فی الدین پیدا کیا یعنی جو شخص جس قدر فقیہ ہوا اس کا نفس اتنا ہی سریع الاجابت بن جاتا ہے (جلد قبول کی صلاحیت اتنی ہی زیادہ اس میں پیدا ہوجاتی ہے) اور وہ زیادہ سے زیادہ معالم دین کا مطیع ومتقاد بن جاتا ہے اور نور یقین سے اس کو حصہ وافر پہنچتا ہے، پس علم منجملہ امور موہوبہ (امور وہبی) کے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب کو عطا ہوا ہے اور معرفت اس جملہ کی تمیز ہے اور قلوب کا وجدان ہدایت اور اس کا پالینا ہے۔

© https://www.khwajahasannizami.in

فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الہیؒ

از: حضرت خواجہ حسن علا سجزیؒ

ترجمہ و تلخیص: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

قناعت اور طلب دنیا میں اعتدال: قناعت اور طلب دنیا میں غلو نہ کرنے کا ذکر آیا۔ ارشاد ہوا کہ مولانا حافظ الدین کی جو کتابیں ہم تک پہنچی ہیں، جیسے کافی اور شافی۔ ان میں ذکر کیا گیا ہے کہ کتے کو شکار کرنا سکھاتے ہیں۔ جب وہ تین مرتبہ شکار کو پکڑ لیتا ہے اور مالک کے پاس پہنچا دیتا ہے تو اس کو "مُعلّم" (سدھا ہوا) کہتے ہیں۔

چیتے کو بھی شکار سکھاتے ہیں لیکن چیتے کو شکار کے راستے پر چھپا دیتے ہیں تا کہ شکار قریب آجائے تو چیتے کو اس پر چھوڑ دیں۔ چیتا کتے کے برخلاف جھپٹتا ہے اور شکار کو پکڑ لیتا ہے۔ کتا دوڑ لگاتا ہی رہتا ہے اور دور دراز تک شکار کا پیچھا کرتا ہے۔

قصہ مختصر ان بزرگ نے لکھا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ کچھ خصلتیں چیتے سے سیکھے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رزق کے پیچھے کتے کی طرح نہیں دوڑتا۔ اس کے سامنے کوئی چیز آجاتی ہے تو قبضہ کر لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ چیتا جب شکار کا ارادہ کرتا ہے تو شکار ہاتھ آجائے تو بیٹھ جاتا ہے۔ اور اگر نہیں تو اس کا پیچھا نہیں کرتا اور زیادہ نہیں دوڑتا۔ انسان کو بھی چاہئے کہ اگر طلب میں لگے تو حد کے اندر لگے زیادہ نہ لگے اور بہت زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرے اور ایک اور بات یہ ہے کہ چیتا سستی دکھاتا ہے تو اس کے سامنے کتے کو لا کر لکڑی سے پیٹتے ہیں تا کہ چیتا ڈر جائے۔ آدمی کو بھی چاہتے کہ اسی طرح دوسروں سے سبق حاصل کرے۔ دیکھے کہ دوسروں پر کیا گزر رہی ہے۔ اس سے اس کو آگاہی حاصل کر کے نامناسب باتوں سے متنبہ ہو جانا چاہیئے۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، جلد ۱۷، شمارہ ۱۲)

☆☆☆☆☆

خیر المجالس

(ملفوظات حضرت خواجہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ)

مرتبہ: حضرت حمید شاعر معروف قلندر



دوسری مجلس: سعادت پائیوں کی حاصل کی۔ بموجب ارشاد سابق کے میں نے ملفوظ مولانا برہان الدینؒ کا پیش کیا فرمایا اپنی تالیف میں یہ مقام نکالو میں نے اُس جگہ پہلے سے ورق نشانی توڑ رکھا تھا۔ نکال کر روبرو کیا حضرت خواجہ ذکرہ اللہ تعالیٰ بالخیر نے وہ حکایت تمام پڑھی اور پسند فرمائی۔ پھر سرے سے میری تالیف کو نکال کر چند مقام پڑھے اور پھر بار بار فرماتے تھے، درویش تم نے خوب لکھا اور بہت عنایت فرمائی۔ اس وقت میں نے عرض کی مولانا برہان الدینؒ بیشک درویش واصل الی اللہ تھے۔ مگر آپ کی ذاتِ عالی علم میں ابوحنیفہ وقت ہے اور زہد و ورع میں بجائے حضرت شیخ انتظام الدینؒ کے۔ مجھ کو شوق ہے کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ توفیق اس کے اتمام تحریر کی دے۔ غرض باعث تحریر ان مجالس کا یہ تھا۔ میں نے 755ھ میں اسے شروع کیا۔ اور مدت ایک سال میں کہ 756ھ تھا تمام کر کے خیر المجالس نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ کو بہت دنوں تک سلامت رکھے اور بندہ کو اتمام کی توفیق عنایت فرمائے۔ والحمد للہ رب العلمین

© https://www.wajahassanizami.info

حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ

از: مولف سیر الاولیاء حضرت امیر خورد کرمانیؒ

پیشوائے اہل شریعت، مقتدائے اہل طریقت، مشہور بہ توکل، اولیائے عرب کے درمیان مثل پھول کے، مجسم دل، شیخ نجیب الدین متوکل قدس اللہ سرہ العزیز شیخ فرید الحق والدینؒ کے بھائی اور خلیفہ تھے۔ یہ بزرگ عجیب وغریب معاملہ اور روش رکھتے تھے۔

دہلی میں قیام: سلطان المشائخؒ فرماتے تھے کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ ستر سال تک شہر میں رہے اور اس طویل عرصے میں آپ کی معیشت کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ ان کی اولاد اور ان کے متعلقین متوکل تھے اور خوش حال زندگی بسر کرتے تھے۔ سلطان المشائخؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے ان جیسا اس شہر میں کوئی نہیں دیکھا۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ انھیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ آج کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے اور یہ کون سا درم ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عید کا دن تھا کہ شیخ نجیب الدینؒ گھر کی ہر چیز خدا کی راہ میں صرف کر کے نماز ادا کرنے کے لیے گئے۔ جب وہاں سے واپس لوٹے تو چند لوگ بھی آپ کے ساتھ آئے۔ گھر میں واپس ہونے کے بعد آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ موجود ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ آپ جب نماز کے لیے گئے تو آپ نے گھر کی ہر چیز راہ خدا میں خرچ کر دی۔ اب گھر میں کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں۔ آپ نے ان دوستوں سے معذرت کی۔ جو آپ کے ساتھ عیدگاہ سے آئے تھے اور بالا خانے پر جا کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع پر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بالا خانے پر آ رہا ہے اور یہ شعر پڑھ رہا ہے:

بادل گفتم دلا خضر را بینی
دل گفت اگر مرا نماید بینم

یہ شخص کچھ کھانا لایا اور پیش کر کے کہا کہ آپ کے توکل کا نقارہ عرش پر فرشتے بجا رہے ہیں اور آپ اتنی سی بات کے لیے غیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ شیخ نجیب الدینؒ نے فرمایا کہ حق تعالی جانتا کہ میں اپنے لیے دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوا، بلکہ دوستوں کی خاطر اس طرف متوجہ ہوا تھا۔ بعد میں اس شخص نے کہا کہ یہ کھانا اپنے فرزندوں کو دے دو۔ پھر اس شخص نے اس غیبی کھانے سے آپ کے دامن کو بھر دیا۔ آپ بالا خانے سے نیچے فرزندوں کو پہنچایا لیکن جیسے ہی آپ بالا خانے سے نیچے اُترے، وہ شخص غائب ہو چکا تھا۔ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے ایک بھائی تھے جو بدایوں میں رہتے تھے جن کی ملاقات کے لیے آپ ہر سال بدایوں جاتے تھے۔ ایک دفعہ یہ دونوں بھائی بدایوں میں شیخ علی سے ملنے کے لیے گئے، جو ایک صاحب نعمت بزرگ تھے۔ جب یہ ان کی بارگاہ میں پہنچے شیخ نجیب الدینؒ نے دو تین قدم بوریے پر پہنچنے پہلے سے بطور ادب پا افراز بچھایا۔

© https://www.khwajahasannizami.life

چنانچہ پہلے زمین پر قدم رکھا پھر بوریے پر جو کہ مصلی شیخ تھا۔ شیخ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ یہ بوریا مصلی ہے۔ پھر دونوں بھائی بیٹھ گئے۔ شیخ علی کے سامنے ایک کتاب رکھی ہوئی تھی۔ شیخ نجیب الدینؒ نے پوچھا، یہ کون سی کتاب؟ چونکہ ابھی تک ان پر ناراضی کا اثر تھا، اس لیے شیخ علی نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ نجیب الدینؒ نے کہا، اگر اجازت ہو تو میں اس کتاب کو دیکھ لوں۔ اُنھوں نے اجازت دے دی۔ جیسے ہی شیخ نجیب الدینؒ نے کتاب کھولی - دیکھا اُس میں لکھا ہوا تھا کہ آخری زمانے میں ایسے مشایخ ہوں گے کہ تنہائی میں گناہ کریں گے اور لوگوں کے سامنے جب اُن کے بوریے پر کوئی قدم رکھ دے تو قیامت برپا کر دیں گے۔ بعینہ شیخ نجیب الدینؒ نے کتاب کا وہ حصہ شیخ علی کو دکھایا اور کہا کہ یہ آپ کی ہے اور اس کتاب میں یہ مضمون بغیر کسی قصد و ارادے کے سامنے آ گیا ہے۔ شیخ علی شرمندہ ہوئے اور انھوں نے شیخ نجیب الدینؒ سے معذرت کی۔

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ نجیب الدینؒ کو جب کسی رات میں فاقہ ہوتا تو بی بی فاطمہ سامؒ کو، جو قصبہ اندریت کے نواح میں رہتی تھیں، آج بھی ان کا روضہ خلق کے لیے قبلہ حاجات ہے، نور باطنی سے معلوم ہو جاتا۔ آپ انھیں ایک سیر یا آدھے سیر کی روٹی پکا کر بھجواتی تھیں۔ بی بی فاطمہ سامؒ اور شیخ نجیب الدینؒ آپس میں منہ بولے بھائی بہن تھے۔ جب یہ روٹیاں شیخ نجیب الدینؒ کو پہنچتیں تو شیخ نجیب الدینؒ فرماتے جس قدر بی بی فاطمہ سامؒ کو درویشوں کے حالات سے خبر ہو جاتی ہے، اگر بادشاہ وقت کو اس کی خبر ہو جائے تو وہ



درگاہ حضرت شیخ نجیب الدین متوکلؒ
(ادھ چینی، قطب صاحب روڈ، نئی دہلی)

کافی مقدار میں چیزیں بھجوائے۔ پھر تبسم فرماتے اور کہتے بادشاہ کو یہ کشف کہاں سکتا ہے۔

سلطان المشائخؒ فرماتے تھے کہ میں حضرت فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے مرید ہونے سے پہلے گیسو رکھا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی مجلس میں سے عرض کیا کہ ایک مرتبہ آپ سورۃ فاتحہ پڑھ کر خلوص نیت سے میرے لیے دعا فرمائیں کسی جگہ کا قاضی ہو جاؤں۔ شیخ نجیب الدینؒ نے اس دعا اغماض فرمایا۔ میں نے یہ سمجھا کہ میری بات

آپ کے کان تک نہیں پہنچی۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ ایک دفعہ سورۃ فاتحہ وسورۃ اخلاص اس نیت سے پڑھ کر میرے لیے دعا فرمایئے کہ میں کسی جگہ کا قاضی مقرر ہو جاؤں۔ اس مرتبہ آپ نے میری بات سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تم قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد سلطان المشائخؒ نے فرمایا، کتنا عجیب طریقہ انکار تھا کہ اس کام کے لیے نہ دعا کی نہ فاتحہ پڑھی۔

نیز فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ نے دنیا کے خرچ کرنے کے بارے میں ان الفاظ میں ہدایت فرمائی کہ جب دنیا تمھارے پاس آئے تو خوب خرچ کرو کہ ایسا کرنے سے کمی نہ ہوگی اور جب چلی جائے تو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو کہ یہ پائیدار نہیں۔

نیز فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ نے ایک روز شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدینؒ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ مناجات میں یارب کہتے ہیں تو اس کا جواب لبیک یا عبدی (میں حاضر ہوں اے میرے بندے) سے ملتا ہے، فرمایا، نہیں۔ اس کے بعد فرمایا، الارجاف مقدمۃ الکون (لوگوں کی زبان پر کسی بات کا مشہور ہو جانا اُس چیز کے ہو جانے کا مقدمہ ہے)۔

ابدال ہونے کی خوش خبری: پھر شیخ نجیب الدینؒ نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خضرؑ آپ کے پاس آتے ہیں۔ فرمایا، نہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابدال آپ کے پاس آتے جاتے ہیں لیکن آپ اس بارے میں خاموش رہے۔ پھر شیخ نجیب الدین متوکلؒ سے فرمایا کہ تم تو خود ابدال ہو۔

شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں حاضری کی تعداد:

سلطان المشائخؒ فرماتے تھے کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ ہر سال شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لیے اجودھن جایا کرتے تھے۔ جب واپس ہونے لگتے تو رخصت ہوتے وقت آپ سے فاتحہ کے لیے التماس کرتے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ جس طرح اس بار آیا ہوں، پھر دوبارہ آنے کی توفیق ہو۔ شیخ شیوخ العالم فاتحہ پڑھنے کے بعد فرماتے کہ ان شاء اللہ تم بار بار آؤ گے۔ وہ انیس مرتبہ شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں اجودھن حاضر ہوئے۔ جب انیسویں مرتبہ حاضر ہوئے اور رخصت ہونے لگے تو انھوں نے شیخ شیوخ العالم سے عرض کیا کہ جب بھی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپ نے فاتحہ پڑھنے کے بعد ہمیشہ یہ فرمایا ہے کہ بار بار آؤ گے، لیکن اس مرتبہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ایک مرتبہ اور آؤں تاکہ بیس پھیرے پورے ہو جائیں، لیکن باوجود ان کی درخواست کے شیخ شیوخ العالم نے حسب عادت نہ فاتحہ پڑھی نہ اس جملے کو دہرایا کہ بار بار آؤ گے۔ چنانچہ جب شیخ نجیب الدینؒ دہلی پہنچے تو اُنھوں نے وفات پائی۔ ان کا مزار پرانوار شہر کے باہر دروازہ مندہ (موجودہ ادھ چینی، نئی دہلی) کے قریب ہے۔ قدس اللہ سرہ العزیز۔

(ماخوذ از: سیر الاولیاء صفحہ 295)

☆☆☆☆

شیخ نجیب الدین متوکل قدس سرہ العزیز

از: مولف اخبارالاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

آپ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے بھائی اور خلیفہ مجاز تھے، معاملات میں سخت (یعنی شریعت کے پابند) اور نہایت متوکل تھے۔ ستر برس کی مدت تک شہر میں رہے، اگرچہ غلہ وغیرہ کی کوئی مستقل آمدنی نہ تھی اور آپ کے بیوی بچے بھی تھے مگر اس کے باوجود اتنے خوش وخرم رہتے تھے کہ آپ کو یہ بھی خبر نہ ہوا کرتی کہ آج کونسا دن، مہینہ اور کتنی رقم ہمارے گھر میں موجود ہے، ایک مرتبہ عید کے روز آپ کے گھر پر چند درویش جمع ہو گئے، اتفاق سے اُس دن آپ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا، آپ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے، آپ نے اپنے دل میں کہا کہ کیا آج عید کا دن یونہی گزر جائے گا اور میرے بچوں کے منہ میں کیا کوئی غذا نہ پہنچے گی، اور کیا یہ مہمان بھی یونہی لوٹ جائیں گے، اتنے میں دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی مکان کی چھت پر آیا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا

بادل گفتم دلا خضر را بینی! دل گفت اگر مرا نماید بینم

(میں نے اپنے دل سے کہا کہ کیا آپ خضر علیہ السلام کو دیکھتے ہیں؟ تو دل نے مجھے جواب دیا کہ اگر وہ مجھے دکھائی دیں تو دیکھوں) پھر اس بوڑھے نے کھانا بھرا ہوا خوان پیش کیا اور کہا کہ عرش پر ملاء اعلیٰ کے فرشتے آپ کے توکل کی تعریف کر رہے ہیں اور آپ پھر بھی اس دنیا کو دل میں لئے ہوئے ہیں اور اس کی طرف میلان کر رہے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ خدا شاہد ہے کہ میں اپنے لئے اس کی طرف مائل نہیں ہوا بلکہ دوستوں کی ضروریات نے مجھے اس کی طرف مائل ہونے پر مجبور کر دیا اور غالباً کھانا لانے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی ارادت سے پہلے ایک روز میں خواجہ نجیب الدین متوکلؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا میں نے اس مجلس میں کھڑے ہو کر اہل مجلس اور شیخ نجیب الدین متوکلؒ سے درخواست کی کہ آپ لوگ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر میرے لئے دعا کریں کہ میں کہیں کا قاضی مقرر ہو جاؤں اس پر شیخ مسکرائے اور فرمایا قاضی نہ ہو کچھ اور بنو۔

منقول ہے کہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں ایک دن شیخ نجیب الدین متوکلؒ حاضر ہوئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں یارب کہتے ہیں جس کا جواب آپ خدا کی طرف سے یہ سنتے ہیں، لبیک عبدی (کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں) آپ کی یہ بات سننے کے بعد شیخ فریدالدینؒ نے فرمایا کہ الارجات مقدمتہ الکون (کہ افواہیں واقعات کی پیش خیمہ ہوتی ہیں) اس کے بعد شیخ متوکلؒ نے یہ بھی کہا کہ حضرت خضرؑ آپ کے پاس تشریف لایا کرتے ہیں، اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابدال کبھی آپ کی خدمت میں آتے ہیں، یہ سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ آپ بھی تو ابدال ہیں، ایک دن ایک فقیر نے شیخ متوکلؒ کے پاس آکر عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین متوکلؒ آپ ہیں، آپ نے جواب دیا، ہاں میں ہی نجیب الدین متوکل ہوں، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مقبرہ کے راستہ میں سلطان محمد عادل بادشاہ کی مشہور عمارت چے منڈل کے سامنے شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی قبر (موجودہ ادھ چینی، نئی دہلی) ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور آپ کا مکان بھی اسی جگہ پر تھا۔

☆☆☆☆

حضرت مولانا غلام دستگیر خان رہبر شاہ نظامیؒ

از: عبدالملک نظامی ناندیڑ (مہاراشٹر)

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ اپنے چہیتے مرید وخلیفہ حضرت مولانا غلام دستگیر خان رہبر شاہ نظامیؒ سے متعلق مادرہم درد میں لکھتے ہیں کہ مہمند پٹھان ہیں۔ مرید ہونے سے پہلے تلوار ہاتھ میں لے کر ملنے آیا کرتے تھے اور میں ان کو تیغ باز خان کہا کرتا تھا۔ بڑے پرجوش ہیں۔ سلوک درویشی طے کرنے میں ہر وقت سرشار رہتے ہیں۔ کروڑ گیری یعنی چنگی کے محکمہ میں ساری عمر نوکری کی ہے، اب پنشن پاتے ہے میں نے خلافت بھی دی ہے اور میرے نوآموز مریدوں کو اذکار کی تعلیم دیتے ہیں۔ کسی سے ڈرتے نہیں میں نہ کسی کو ڈراتے ہیں۔ حیدرآبادی انقلاب کے وقت ایک دن بچے کی دوا لینے اسپتال میں گئے تھے وہاں ایک سکھ سے ملاقات ہوگئی۔ باتوں باتوں میں کسی نے کہا حیدرآباد کے مسلمان بہت مرعوب ہو گئے ہیں۔ انہوں نے تردید کی۔ سکھ نے کہا، اگر تم ڈرتے نہیں ہوتو چلو میرے گھر میں چلو اور چائے پیو۔ یہ فوراً کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں نے روکا کہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ قرآن یہ حکم دیتا ہے۔ جواب دیا، قرآن یہ بھی تو فرماتا ہے کہ اللہ کے اولیا بے خوف ہوتے ہیں۔ میں اولیا کا ماننے والا ہوں۔ مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔ یہ کہہ کر سکھ کے ساتھ چلے گئے اور اس کے گھر میں جا کر ناشتا کیا اور چائے پی اور واپس آ کر مجھ سے کہا، سکھوں کو لوگ بدنام کرتے ہیں۔ میں نے تو ان کو بڑا مہمان نواز پایا۔ میں نے کہا، اچھے بُرے ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ تمھارے بزرگوں کی یہی تعلیم ہے اور قرآن کا بھی یہی حکم ہے کہ بلاوجہ کسی سے بدگمانی نہ کرو۔''

حضرت خواجہ صاحب ۹/دسمبر ۱۹۴۵ء کے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ ''آج صبح غلام دستگیر خان رہبر نظامی بھی اپنی تلوار کے ساتھ آئے تھے۔''

۱۲/جنوری ۱۹۵۵ء کے روزنامچے میں لکھتے ہیں کہ ''ناندیڑ کے اہل سلسلہ کی خاص خدمات رہبر شاہ نظامی انجام دیتے ہیں اور ہر تقریب کے وقت حیدرآباد سے اہل ناندیڑ ان کو بلاتے ہیں اور میں نے خود دیکھا ہے کہ جس عمدگی سے رہبر شاہ نظامی کام کرتے ہیں وہ موجودہ زمانے میں خاص توجہ اور تقلید کے قابل ہے۔

حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ منادی جلد ۳۹ شمارہ ۲ میں رقم طراز ہیں کہ ''پچھلے پرچے میں پیر بھائیوں اور منادی کے دوسرے ناظرین نے پڑھا ہوگا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے مزار اور روضے کو نقصان پہنچانے کی ایک خطرناک سازش کی گئی تھی۔ لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ یہ سازش ناکام بنادی گئی۔

اس خبر کو سن کر میرے پاس بے شمار بھائیوں کے خطوط آئے جن میں دلی آ کر حضرت کے روضے کی حفاظت کا ارادہ

ظاہر کیا گیا تھا۔ اور مجھ سے اس کی اجازت چاہی تھی۔ بعض بھائیوں نے جانی مالی ہر قسم کی خدمات پیش کیں۔ خاص کر عبدالمجید نظامی صاحب نے تو میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہی پیش قدمی کردی۔ اور علی محمد نظامی صاحب وغیرہ نے بھی کافی جوش وخروش کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بھائیوں کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے دلوں میں پیر کی محبت اس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ لیکن ان سب کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں کہ ابھی خدا کے فضل اور بزرگوں کے صدقے میں ہم لوگ یعنی دلی کے پیر بھائی اور احباب اس قابل ہیں کہ حضرت کے مزار اور روضے کی حفاظت کرسکیں۔ خدانخواستہ کوئی بات ہمارے بس سے باہر ہوئی تو اس وقت البتہ آپ سب کی فداکاری کا امتحان ہوگا۔ اور اس وقت حسب حیثیت اس امتحان میں پورا اترنے کی کوشش کیجئے گیا۔

حیدرآباد میں حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ مولانا غلام دستگیر خان رہبر شاہ نظامی نے لکھا ہے کہ مذکورہ سازش کے پیش نظر میری خواہش ہے کہ مجھے مستقل طور پر دلی میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ میں حضرت کے روضے پر جاروب کشی کرتا رہوں۔ اور کبھی ضرورت پڑے تو اس کی حفاظت میں اپنی جان بھی قربان کردوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے مولانا رہبر شاہ صاحب سے اسی جاں نثاری کی توقع تھی کیونکہ وہ برسوں پہلے کہہ چکے ہیں کہ

نقش قدم پہ پیر کے رہبر نثار ہے
آؤ دکن میں دیکھ لو ثانی ایاز کا!

لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے حضرت خواجہ صاحب کا ایک خط یاد آرہا ہے جو انہوں نے رہبر شاہ صاحب کو لکھا تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی حیات ظاہر میں بھی مولانا نے خواہش کی تھی کہ انھیں دلی آنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ بقیہ زندگی پیر کی خدمت میں گزار دیں۔ اس کے جواب میں خواجہ صاحب نے لکھا تھا کہ ''تمہارے دلی آنے سے مجھے یقیناً خوشی ہوتی لیکن مشکل یہ ہے کہ تم تیغ باز خاں ہو (اس زمانے میں مولانا رہبر شاہ ہمیشہ تلوار ہاتھ میں رکھا کرتے تھے۔ اور خواجہ صاحب انھیں تیغ باز خاں کہا کرتے تھے) یہاں خاندان کے لوگ مجھے برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ اور میں ان کی سب باتیں برداشت کرتا ہوں۔ تم یہ باتیں برداشت نہیں کرسکو گے اور روز کسی نہ کسی سے فوجداری ہوگی۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ حیدرآباد ہی میں رہ کر سلسلے کی خدمت کرو!''

(منادی جلد ۳۹، شمارہ ۲)

حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے منادی جلد ۳۹ شمارہ ۲ میں رقم طراز ہیں کہ ''اس شمارے کے اداریے میں مولانا رہبر شاہ نظامی صاحب کے ایک خط کا خلاصہ درج ہوا ہے جس میں موصوف نے دلی آکر حضرت خواجہ صاحب کے روضے کی خدمت اور حفاظت کا ارادہ ظاہر کیا ہے مجھے ان کا خط دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے لیکن دلی میں رہنا بڑا مشکل کام ہے۔ مشہور ہے کہ جب حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت صابر صاحبؒ کو دلی کی خلافت عطا فرمائی اور ہانسی میں اس کی تصدیق کے لئے انھیں اپنے خلیفہ خاص حضرت جمال الدینؒ کے پاس بھیجا اور وہاں حضرت

© https://www.khwajagharibnizami.life

صابر صاحبؒ نے چراغ کے بجائے اپنی انگلیاں روشن کر کے حضرت جمال سے کہا کہ خلاف نامہ پڑھ لیجئے۔تو حضرت جمال نے ان کا خلافت نامہ چاک کر دیا کہ تم مجھے کرامت دکھاتے ہو۔ دلی ایسا مقام کے کہ وہاں جلد بازی اور جلال سے کام نہیں چلے گا۔

یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں ہم سب کے لئے بڑی نصیحت ہے۔ دلی بائیس خواجہ کی چوکھٹ کہلاتی ہے۔لیکن یہاں ہمیشہ سے اکثریت اولیاء اللہ کے مخالفین کی رہی ہے۔اوران کو رام کرنے کے لئے جلال کی نہیں بلکہ جمال اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مولانا رہبر شاہ صاحب اپنے پیر کی طرح سب کچھ برداشت کرنے کو تیار ہوں تو مجھے ان کے یہاں آنے سے بڑی خوشی ہوگی۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے ۔مولانا رہبر شاہ نظامی کے جلال کا ذکر پڑھ کر نظامی بھائیوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ خدانخواستہ اپنے پیر کے نقشہ قدم پر نہیں ہیں۔ پیر کے فدائی وہ اس قدر ہیں کہ فنافی الشیخ کہا جائے تو شائد مبالغہ نہ ہوگا۔ دلی میں تو ایک دفعہ کسی ہوٹل میں انھیں دیکھ کر لوگ حیران ہوگئے تھے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کہاں سے تشریف لے آئے۔یعنی ان کی شباہت بھی ایسی ہے کہ اگر کوئی پشت کی طرف سے دیکھے تو سمجھے کہ خود حضرت خواجہ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ کل یوم ھوفی شان کے تحت انہوں نے جلالی فیض زیادہ پایا ہے۔اور یہ بات کچھ تعجب انگیز نہیں ہے ۔ حضرت صابرؒ صاحب اور حضرت محبوب الٰہیؒ دونوں حضرت بابا صاحبؒ کے مرید ہیں۔لیکن ایک سراپا جلال اور دوسرے سراپا جمال۔اسی طرح ہمارے رہبر شاہ صاحب بھی اپنے دوسرے پیر بھائیوں اور خلفاء سے اس خاص باب میں ممتاز ہیں کہ انہوں نے جلالی فیض زیادہ پایا ہے۔''

ماہنامہ منادی نومبر ۱۹۵۵ء میں حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ناندیڑ سے بھائی حق دار شاہ صاحب نظامی لکھتے ہیں کہ مولانا رہبر شاہ خلیفہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی شخصیت اس قابل ہے کہ آج کل کے پیر بھائیوں کو ان سے روشناس کرایا جائے۔مسلک درویشی وتقویٰ وعمل میں یہ بہت آگے ہیں اور بڑی سرگرمی سے سلسلے کا کام انجام دے رہے ہیں۔

حق دار شاہ صاحب نظامی کی اس اطلاع سے دو خوشیاں ہوئیں ایک یہ کہ انھیں اپنے خلیفہ بھائی کی خدمت کا احساس ہوا، اور بغیر کسی ذاتی رشک کے ان کی خدمات سے دوسرے بھائیوں کو روشناس کرانا چاہا،فقیری اسی کا نام ہے اور ہمارے سلسلے کی یہی تعلیم ہے۔ دوسری خوشی رہبر شاہ کے کام کا حال معلوم کر کے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو خوش رکھے، اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔''

منادی اگست ستمبر ۱۹۵۶ء کے شمارے میں مذکور ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے عرس کے دوسرے دن پیر بھائیوں کی ایک خاص مجلس ہوئی جس میں امیران سلسلہ کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا اس میں حضرت رہبر شاہ نظامی کا نام بھی شامل ہے حضرت رہبر شاہ نظامی نے اپنے مخدوم زادے کو خط کے ذریعہ مطلع کیا کہ حضرت مولوی فیاض الدین بہزاد دکن نظامی کو دکن کا ناظم مقرر کیا جائے اور اُن سے متعلق لکھا کہ وہ صاحب رائے اور کامل الیقین

© https://www.khwajahasannizami.in

ہیں۔حضرت نے انھیں آیات اللہ شاہ کا خطاب بھی عطا فرمایا۔

حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ نے منادی میں ناندیڑ کی رپورٹ درج کی ہے۔''ناندیڑ کے اہل سلسلہ رہبر شاہ نظامی اور عبدالقادر شاہ نیلم نظامی کے ماتحت بہت اچھا کام کررہے ہیں۔حق دار شاہ نیلم نظامی کے مکان پر ناندیڑ کے نظامی، صابری نقشبندی غرض اولیاء اللہ کے سب ماننے والے ہر ہفتہ جمع ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے حالات اور تعلیمات بیان کی جاتی ہیں ذکر کے حلقے ہوتے ہیں اور سب جمع ہونے والے ایک دوسرے سے بھائیوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ مذہبی تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرت کی بھی کوشش کی جاتی ہے اور بری رسوم کو وہاں کے بھائی ترک کررہے ہیں۔حیدرآباد میں بھی فضول رسموں اور فضول خرچیوں کا بہت رواج ہے اور شادی بیاہ کے موقعوں پر اتنا زیادہ خرچ کیا جاتا ہے کہ قرض کے چکر میں سینکڑوں خاندان برباد ہوجاتے ہیں لیکن ناظم سلسلہ نظامیہ نیلم نظامی کے کہنے پر وہاں کے ایک نوجوان نظامی سید تاج الدین نوری نے انتہائی سادگی سے اپنی شادی کی ہے۔

۱۳/اکتوبر ۱۹۵۸ء کے سفرنامہ حیدرآباد میں حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ لکھتے ہیں کہ''آج زیادہ وقت گھر میں گذارا۔ ناندیڑ کے بھائی فخر اللہ اور شریف اللہ خان نظامی اور حیدرآباد کے مولانا غلام دستگیر رہبر شاہ نظامی اپنے صاحبزادے اور مریدوں کے ساتھ ملنے آئے تھے۔ رہبر شاہ صاحب کوشش کررہے ہیں کہ ناندیڑ کی طرح حیدرآباد میں بھی خانقاہ کی صورت میں سلسلے کا ایک مرکز قائم ہوجائے۔

میں نے کہا یہ چیز واقعی ضروری ہے اور حضرت خواجہ صاحب کی زندگی میں بھی اس کی کوشش ہوچکی ہے۔ بعض بھائیوں نے روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا تھا اور تصوف کا ایک کالج قائم کرنے کی بھی تجویز تھی۔ لیکن اصل کام روپئے یا عمارت سے زیادہ دل سے ہوتا ہے۔ دلوں میں ایک جہتی اور مرکزیت اور ملاپ ہونا چاہئے اس کے بغیر عمارتیں بے کار ہیں۔ حیدرآباد میں بے شمار خوبیاں ہیں لیکن یہاں کے بھائیوں کی یہ کمزوری بڑی تکلیف دہ ہے کہ وہ مل کر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ حیدرآباد میں ناندیڑ سے کئی گنا زیادہ پیر بھائی ہیں۔ ادھونی کے بھائیوں سے بھی یہاں کے بھائیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن آپس کی بیگانگی کی وجہ سے کوئی بڑا کام نہیں ہونے پایا۔ ایک زمانے میں حضرت خواجہ صاحب نے حیدرآباد کے بھائیوں کو احمدآباد بھیجا تھا تاکہ وہ دیکھیں کہ پیر بھائیوں کو کس طرح مل جل کر رہنا چاہئے۔ مگر افسوس کہ اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا۔ تاہم اس سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ گروہ بندی اور علیحدہ علیحدہ درباروں سے وابستگی (حیدرآباد کے ہر بااثر پیر بھائی کا اپنا ایک حلقہ تھا) پرانے جاگیرداری عہد کا تحفہ تھا۔ ان شاءاللہ اب یہ چیز نہیں رہے گی۔

''حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ کے خلفیہ غلام دستگیر خان رہبر شاہ نظامی مرحوم ایک خاص رنگ کے بزرگ تھے۔ بڑے مخلص بڑے جانثار، سلسلے کی خدمت میں سرگرم اسی (۸۰) سال سے زیادہ عمر پائی۔ عرصے سے بیمار تھے۔ اب آرام ہو گئے۔ ایک زمانے میں ہمیشہ تلوار ساتھ رکھتے تھے مزاج بھی تلوار کی طرح دھاردار تھا۔ حضرت خواجہ صاحب ازراہ خوش طبعی

انھیں تیغ باز خاں کہتے تھے۔ پھر خلافت ملی تو مزاج میں دھیما پن آیا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹی۔ رہبر شاہ خطاب ملا۔ مگر جمال پر جلال پھر بھی غالب رہا۔ لیکن ان کے جلال جمال دونوں سے سلسلے کی بڑی خدمت ہوئی۔ اللہ مدارج اعلیٰ عطا فرمائی اور پس ماندگان اور وابستگان سلسلہ کو صبر وسکون''

یہ تعزیتی جملے حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی مدظلہ العالی نے اپنے پیر بھائی کے متعلق کہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے اپنے مریدین وخلفاء کو جو خطابات عطاء کئے تھے وہ اتنے مقبول ومشہور ہوئے کہ لوگ ان کے اصلی نام کو بھول گئے۔ اس طرح رہبر شاہ نظامی بھی اپنے خطاب سے عام وخاص میں جانے جاتے تھے۔ آپ کا تعلق کڑپہ کے نواب خاندان سے تھا۔ آپ نظام حکومت میں سرکاری ملازم تھے۔ وظیفہ سے سبکدوش ہونے کے بعد تمام زندگی سلسلہ کی خدمت میں گذاردی۔ حضرت خواجہ حسن نظامیؒ ۱۰ر مئی ۱۹۵۲ء کو ناندیڑ تشریف لائے تو یہاں تقریباً ۲۰ تا ۲۵ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت ناندیڑ میں خواجہ صاحبؒ کے مرید حضرت عبدالقادر بلگامی حق دار شاہ نیلم نظامیؒ عثمان شاہی ملز میں کاٹن منیجر تھے۔ آپ نے انھیں خلافت سے نوازا آپ کے مکان واقع کھڑک پورہ میں تمام پیر بھائی ہر ہفتہ جمع ہوتے اور ذکر و اشغال کیا کرتے۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے حضرت رہبر شاہ نظامیؒ کو ناندیڑ روانہ کیا تاکہ نئے پیر بھائیوں کی تعلیم و تربیت ہو۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رہبر شاہ صاحب کو ان کے پیر خواجہ صاحب نے اس لئے منتخب کیا کہ آپ کامل اور تمام علوم سے سرفراز ہیں۔

حضرت رہبر شاہ صاحب ہر ایک یا دو ماہ بعد ناندیڑ آتے اور حلقہ منعقد کرتے۔ جس میں آپ پیر کی تعلیم پر زور دیا کرتے۔ پابندی سے ذکر و اشتعال ہوا کرتے۔ پیر بھائیوں میں زیادہ تر مل مزدور تھے اس لئے مل کی تعطیل کے دن حلقہ کیا جاتا۔ حلقہ بعد نماز عشاء تا رات دیر گئے تقریباً ۲ بجے تک جاری رہتا۔ حلقہ میں لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ بہت سارے نوجوان نے آپ سے بیعت کی درخواست کی آپ نے انھیں بیعت کیا۔ جس میں زین الدین نظامی، اسدعلی نظامی، اکبر خان نظامی، شیخ احمد نظامی، محمد ابراہیم نظامی، شیخ مخدوم علی نظامی، محمد ظہور نظامی، عبدالکریم نظامی، نواب خان نظامی، پاشو خان نظامی، عمر خان نظامی، احمد رنگریز نظامی، محمد یعقوب نظامی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ حضرت سے ملاقات کے لئے ہندو بھی آیا کرتے جن میں مہادیو راؤ دوارکا جی کا نام قابل ذکر ہے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنے روزنامچے میں اکثر مریدین وخلفاؤں کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت رہبر شاہ نظامیؒ کا نام بھی بہت سارے روزنامچوں میں آیا ہے۔ آپ اپنے پیر کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے کہ آپ کا عمل، لباس، غذا تمام امور میں پیر کے مشابہ تھے۔ آپ صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ تہجد گذار، ذکر اور عارف تھے۔ ناندیڑ کے مریدین اکثر آپ سے خط وکتابت کیا کرتے تھے۔ آپ انھیں جواب میں تعلیم وتلقین کیا کرتے۔ چند خطوط سے نصیحت آمیز اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں۔

''تم غلام کے آستانے عالیہ غریب نوازؒ ہو اس نسبت

کو قوی تر کرلو اور رات دن یادخدا میں حقیقی چشتی بن جاؤ کہ اور لوگ تم کو دیکھ کر عمل خیر کرنے لگیں۔ مرید صرف کہلانے سے فائدہ نہیں حقیقت میں مرید نہیں اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل ہو جائیں۔ لوگوں نے مریدی کو ایک رسم بنالیا ہے کہ (وہ ان کا مرید ہے یہ ان کا مرید ہے) اس سے کچھ حاصل نہیں۔ یوں تو ہر شخص مسلمان کلمہ گو ہے پھر مزید برآں مرید ہونے کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ لوگ اس کو نہیں سمجھتے اور سمجھ کر عمل نہیں کرتے یہہ غافل ہیں نعمت باطنی، عبادت باطنی سے محروم ہوتے ہیں۔ عمریوں ہی گذر جاتی ہے میں ناندیڑ آتا ہوں کم دن رہتا ہوں لیکن اکثر بھائی ایک رسم ادا کرنے آتے اور جاتے ہیں انھیں ذوق قلبی نہیں ہوتا کہ عرفان حق حاصل کر کے راہ طریقت میں چلیں۔ جس پر افسوس ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے مکان کی مریدی کے لئے لکھا ہے۔ بابا نظامی مجھے بہت مریدوں کی ضرورت نہیں چند مرید اللہ والوں کی ضرورت ہے۔ ناندیڑ میں اکثر پیر آتے رہتے ہیں کس سے بھی مرید کروادو خصوصیت کیا ہے؟''

''آپ کی روزی محنت کی ہے آپ کا عمل مقبول خدا ہوگا برکاۃ ہوں گے فیض خواجگان رہے گا جو ذکر آپ کو بتادیا گیا ہے اس کو جاری رکھو۔ دنیا حرص وغفلت کی جگہ ہے اور ہم مسافر دنیا ہیں چند دن یہاں رہنا ہے اور تا قیامت خدا کے پاس رہنا ہے جو کچھ خدا دیتا ہے اس کا فضل ہے۔ میری نصیحت کو سمجھو اور عمل کرو۔ عمل ہی سے مسلمان، مسلمان رہتا ہے وقت کو بے کار جانے نہ دو یہ پھر نہیں آتا۔''

''آج کی صحبت خط میں فلسلفہ بیان کر رہا ہوں یہ دنیا نفس کی ہے۔ اسی کے لئے شریعت محمد یﷺ نازل ہوئی۔ حق، حق حضورﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ ''یطع الرسول فقد اطاع اللہ'' رمضان المبارک اہل شرع کے لئے سال میں ایک بار آتا ہے اور اہل طریقت کے لئے ہمیشہ رمضان ہے۔ وہ باطنی رمضان اور اس کے شروط ہمیشہ رہتے ہیں اس پر عمل کیجئے۔ ہمیشہ روزے کو نفس پر طاری کیجئے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں نفس ہمیشہ صالح رہے''۔

''پنڈت جی فقیرا چھا ہے۔ شریر بیمار ہے آخر ایک روز آئے گا اندر والا اپنے دیس کو چلا جائے گا۔ یہ لباس یہاں چھوڑ جائے گا۔ فکر جینے کی وہ اچھی جب اس کا ذکر ہو یاد ہو تو شاد ہے ورنہ برباد ہے۔ (تن مردہ کی محبت نہیں ہے) جو لوگ ذکر اللہ کرتے ہیں ان کے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا رگ رگ روشن ہو جاتا ہے۔ یہی بھگتی ہے، یہی فیض ہے۔''

آپ کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ صوفیانہ کلام کہا کرتے۔ نعت، حمد اور منقبت بھی کہی ہے۔

یہی ناز ہے میں امیر ہوں
درپیر کا میں فقیر ہوں
مجھے موت ہی سے ہے دوستی
نہیں زندگی کا اسیر ہوں
میری ہے حقیقت سرمدی
میں ظہور رب قدیر ہوں
میں لیا ہوں برزخ دلربا

© https://www.khwajamasoomizumi.life

مجھے دیکھو صورت پیرہوں
میرے دل میں دولت عشق ہے
میں غلام شاہ نصیر ہوں
مجھے دی ہے پیر نے رہبری
ہے خدا کا فضل بصیر ہوں

☆☆☆☆☆

کچھ توزبان سے بولو جی
یہہ دل کی گرہ کو کھولو جی
میں اور کے در پر کیا جاؤں
تم اپنے ہی در کا کرلو جی
اجمیر میں بٹتی ہے دولت
سب اپنے دامن بھرلو جی
بے کس ہوں نہیں ہے کوئی میرا
یہ میری عرجوا سن لو جی
ہوجائے عمل مقبول خدا
میزان شرع میں تو لو جی
گرنامہ عمل کو دھونا ہو
تم پچھلی پہر کو رولو جی
ہوجائے پریم کی تم پہ نظر
تم پہلے ویسے ہو لو جی
کلمہ کا سراپا کل بن کر
خود راز انا الحق کھولو جی
ملتا ہے کہاں وہ جان جہاں
تم اپنے ہی دل میں ٹٹولو جی
دیدار کی اس کی حسرت ہے
تودل کی آنکھیں کھولو جی
خواجہ کا ملا ہے دررہبر
اب موتی ہیرا رولو جی

☆☆☆☆☆

نیستی میری عین ہستی ہے
اس لئے ذوق خود پرستی ہے
جانے والے ہوئے نہ پھر واپس
یہ عدم کی عجیب بستی ہے
سودا آخرت بہت ہے گراں
یہ تو دنیا بہت ہی سستی ہے
دیکھ اہل قبور کو جاکر
بے بسی بیکسی برستی ہے
چندروز قیام دنیا ہے
دل لگا نے کی یہ نہ بستی ہے
حرص دنیا ہے رات دن غافل
موت اس زندگی پر ہنستی ہے
میرے ساقی کے چشم مینگوں کی
میرے آنکھوں میں کس کی مستی ہے
چشمِ دل سے تو دیکھ اے رہبر
یہ بلندی ہے اور نہ پستی ہے
طاعت حق ہستی مٹانا ہے

© https://www.khwajahasannizami.life

قول قالو بلیٰ کو نبھانہ ہے
سیر کی اور اصل وطن کو چلے
باغ ہستی کا اتنا فسانہ ہے
بے وفا سے وفا کی توقع کہاں
جھوٹی دنیا سے کیا دل لگانا ہے
عاشقی کس کو کہتے ہیں سن ذرا
شمع سا دل کو اپنے جلانا ہے
چندروز کسی حال گذارا کرے
چھوڑ کر ساری دنیا کو جانا ہے
جس کو دیکھو وہ دنیا کا ہے مبتلا
یہ زمانہ ہی کیسا زمانہ ہے
کوئی کہتا ہے کچھ کوئی کہتا ہے کچھ
حال رہبؔر کا کیا عارفانہ ہے

آپ کا انتقال ۵؍رمضان ۱۳۸۹ھ کو ہوا تدفین آصف آباد ضلع عادل آباد کے عام قبرستان میں ہوئی۔

خط حضرت رہبر شاہ صاحب

۱۶؍فروری ۱۹۶۴ء

برادرم محترم مولانا شیخ مخدوم علی صاحب نظامی:

اسلام علیکم رحمتہ اللہ برکاۃٗ ۔ اس کے قبل آپ کی خدمت میں ایک کارڈ روانہ کر چکا ہوں۔ بفضلہٖ تعالیٰ عید گزر گئی۔ اور یوں ہی تا قیامت گذرتی رہے گی۔ اہل تقویٰ کیلئے ہر لمحہ عید و شب قدر ہے۔ جو بندہ اللہ کا اطاعت گذار اور خدا کا اطاعت گذار خوف خدا رکھتا ہو اس کیلئے ہر قدم ہر سانس عید و شب قدر ہے۔ جن لوگوں کیلئے رمضان آیا وہ اجر عظیم پائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد روزہ میرے لئے ہے۔ میں اسکی جزاء ہوں۔ جن لوگوں نے محض رمضان کو عید کی خوشی کیلئے سمجھا انہوں نے رمضان نہیں پایا۔ بلکہ ان پر بڑا مواخذہ ہے کہ وہ تندرست رہ کر روزہ نہ رکھا۔ اہل طریق کا مقام میدان عمل میں بہت بلند و بالا ہے۔ وہ پورے سال روزے کو رکھتے اپنے حواس پر قابو رکھتے ہیں۔ ہر خیال انکا اللہ ہوتا ہے۔ ہر سانس اللہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ یاد خدا میں (محو) رہتے ہیں۔ اُن کا نفس ذکی ہوتا ہے۔ ان کے نفوس پاک ہوتے ہیں وہ نفس کا بندے بنکر سال نہیں گذار تھے۔ بندے کو خدا کی یاد میں راحت ہوتی ہے۔

بھائی مخدوم علی صاحب نظامی۔ فقیر گوشہ نشین ہے۔ اس کا دل ناندیڑ آنے سے ناراض ہے کہ جب سگہ بھائی سلسلہ سے ناراض ہیں۔ پیروں کے احکام سے روگرداں۔ بلاوجہ تکلیف اٹھا کر ناندیڑ آنے میں فقر کو کوئی راحت نہیں ہے۔ بارہا کہہ چکا ہوں کہ وہ میری بیعت سے نکل جائیں فقیر کو ایسے مریدوں کی آرزو نہیں۔ جن کو عاقبت کا خیال نہیں دنیا چند روزہ ہے۔ انہیں اپنے عمل کا بدلہ مل جائیگا۔ اللہ بس باقی ہوس۔ پنڈت مادھوراؤ دوارکا جی صاحب کو بہت بہت سلام فرمائیے۔ مولانا شیخ احمد صاحب نظامی کو سلام کہئے والدہ صاحبہ کو سلام علیک فرمائیے۔ فقیر مسکین رہبر شاہ نظامی

ٹپہ خانہ ضلع ناندیڑ۔ محلّہ کالونی حسن نظامی

خدمت جناب مولانا شیخ مخدوم علی صاحب نظامی ناندیڑ

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.in

پیر کی یاد

از: حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

سامنے کے صفحات میں مولانا درویش نجف علیمی نے تصور شیخ کی ضرورت اور اہمیت کو بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔اس قسم کے مضامین لکھے جانے کی آج کل بہت ضرورت ہے، کیونکہ مخالفین تصوف بڑے منظّم طریقے سے صوفیوں کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں اور رات دن مسائل تصوف کو غلط رنگ میں دُنیا کے سامنے پیش کر کے گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

'مراقبہ مرشد' کو مخالفین تصوف بت پرستی کہتے ہیں اور اتنی بات نہیں سوچتے کہ اگر پیر کو یاد کرنا اور پیر کا تصور کرنا بت پرستی ہے تو وہ خود رات دن، اقتدار، دولت، کتابی علم اور فتنہ فساد کے بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، کیونکہ ان کے وقت کا شاید ہی کوئی ایسا لمحہ ہو، جب وہ ان چیزوں کے تصور اور یاد سے خالی رہتے ہوں۔

سب جانتے ہیں کہ آدمی کو جو کام مارے باندھے، زبردستی اور مجبوری سے کرنا پڑتا ہے وہ اچھی طرح نہیں ہوتا اور جو کام خوشی اور لگن سے کیا جاتا ہے وہ بہت عمدگی سے انجام تک پہنچتا ہے۔ اللہ کی باتیں تصوف کے مخالف علماء بھی بتاتے ہیں لیکن وہ بدشوق طالب علموں کے استاد ہوتے ہیں۔ ان سے اللہ کی باتیں سننے والے شوق شیفتگی اور لگن سے نہیں سنتے۔اس لیے عمل کے وقت وہ زیادہ آگے نہیں بڑھتے سطحی باتوں اور بحثوں میں اُلجھے رہتے ہیں اور جتنی باتیں سیکھتے ہیں، ان میں بھی پختہ نہیں ہوتے۔دُنیا کی تاریخ میں ایسی مثالیں بے شمار ملیں گی کہ ظاہری علماء اور ان کے شاگرد (اگر نیت اچھی ہوئی) تو ایک دن صوفیوں کے حلقے میں آبیٹھے اور یا کسی معمولی بات کی خاطر خدا ہی سے منکر ہو گئے۔اس کے برعکس ایسی مثالیں بہت کم ہوں گی کہ کوئی صوفی ظاہری علماء کی صف میں شامل ہو گیا ہو، یا اس نے خدا کا انکار کیا ہو۔

علمائے ظاہر اور ان کے شاگردوں میں شوق کی کمی اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے خدا پرستی کی بنیاد محبت کے مضبوط اور دیرپا جذبے پر نہیں رکھی۔ وہ تو بس سطحی جذبوں سے کھیلتے اور کھلاتے رہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ایمان کے لیے جس قوت یقین کی ضرورت ہوتی ہے، اسے صرف محبت ہی فراہم کر سکتی ہے۔۔

ہر حکومت کے ماتحت رہنے والوں کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ایک وہ جو دل سے حکومت کو نہیں مانتے لیکن ان کو مجبوراً حکومت کے نظام کے تحت رہ کر اس کی خوبیوں اور خرابیوں سے متاثر ہونا پڑتا ہے۔دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو محض اپنی روز مرہ کی ضروریات اور لالچ اور خوف کی وجہ سے بے دلی کے ساتھ حکومت کے آگے سر جھکاتے کام کرتے رہتے ہیں اور تیسرے وہ جن کو حکومت سے دلی تعلق اور اُنس ہوتا ہے، وہ حکومت کو اپنا سمجھتے ہیں۔اس کی خوبیوں کو ترقی دینا اور اس کی خرابیوں کی اصلاح چاہتے ہیں۔حکومت کی طرف سے کوئی ناگوار پابندی لگائی جاتی ہے، تو یہ خیال کرتے ہیں کہ اسی میں ہماری بہتری ہے۔

اور ضرورت پڑتی ہے تو حکومت کے لیے اپنی ذاتی

© https://www.khwajahassannizami.life

اغراض کو قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ چیز حکومت سے دلی تعلق رکھنے ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

کم وبیش یہی حالت خدا کی حکومت کی بھی ہے۔ دہریے اس حکومت کے منکر ہیں لیکن چار و ناچار انھیں اس کے قوانین کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔ اس حکومت نے قانون بنا رکھا ہے کہ آدمی مر جائے۔ دہریے کو بھی اس کے باوجود کہ وہ حکومت کا منکر ہے، ایک دن مرنا پڑتا ہے۔ اس حکومت میں تیز گرمی اور سردی سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور معتدل موسم اور خوشگوار ہواؤں سے خوش ہوتے ہیں۔ ایک دہریہ بھی مجبوراً ان چیزوں سے متاثر ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان مذہب پرستوں کی ہے جو خدا کی حکومت کے قائل ہیں، لیکن ان کی بندگی میں ایک طرح کی مجبوری اور بیزاری کی ہے۔ وہ دوزخ کے خوف اور جنت کے لالچ میں مذہبی فرائض کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن یہ پابندی مارے باندھے کی ہوتی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے انگریزوں کی حکومت کے زمانے میں ہندوستانی ملازمین کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ باقاعدہ کام کروگے تو صاحب خوش ہوگا، ترقی ملے گی، کاہلی کروگے تو سزا ملے گی، برطرف کر دیے جاؤ گے۔ ان میں حکومت کے لیے تن من دھن لگا کر اچھا بنا دینے اور خود غرضی کو مٹا دینے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہی حال ان مذہب پرستوں کا ہے۔ بے غرضی اور معاشرے کی اصلاح کا جذبہ ان میں اسی لیے نہیں ہے کہ یہ دل سے نہیں بلکہ دوزخ کے خوف اور جنت کے لالچ سے مذہب کی پابندی کرتے ہیں۔

تیسری قسم مذہب کے ایسے ماننے والوں کی ہے جو خدا کو محض ایک جبار حاکم اور تنخواہ بانٹنے والے آقا ہی کی حیثیت سے نہیں مانتے بلکہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہم سے محبت کرنے والا، ہمیں پانے والا، رحمٰن ورحیم اور بہی خواہ ہے۔ اس کا حسن اور اس کی تجلیاں ایسی ہیں کہ ان کا ذرا تصور ہی حاصل زندگی اور مقصد کائنات ہے۔ خدا کے بندے اور غلام اور رعیت یہ لوگ بھی ہیں، لیکن اس کی صفات کے علم، اور یقین کی وجہ سے ان کے دلوں میں ایک خوشی، اپنائیت، سپردگی اور راضی بہ رضا رہنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک لفظ میں اس بات کو اس طرح ظاہر کیا جا سکتا ہے کہ ان کے دل میں اپنے آقا و مولی خدا سے محبت کا جذبہ ہے اور اس محبت کی وجہ سے وہ خدا کی ہر چیز سے محبت کرتے ہیں، چنانچہ اس کی حکومت سے بھی محبت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس میں ہر طرف خوبی ہی خوبی اور بہار ہی بہار ہو، اور اس کے واسطے وہ ذاتی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کسی کی ماتحتی میں کام کرنے والے جانتے ہیں کہ جب بالادست افسر کسی کے کام سے مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اسے اس پر اعتماد ہو جاتا ہے تو پھر وہ نکمّے اور نالائق ماتحتوں کے مقابلے میں اس سے زیادہ کام لیتا ہے۔ اس زیادہ کام کی وجہ سے ظاہر ہے کہ اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ اسے تکلیف ہوتی ہے، لیکن وہ اس تکلیف کو خوشی خوشی برداشت کرتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ یہ تکلیف اس کی لیاقت کا صلہ ہے اور نکمّے مزے کر رہے ہیں۔ وجہ یہ کہ افسر کا اعتماد اور بھروسہ اس میں افسر سے ایک طرح کی عقیدت اور محبت کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور اس جذبے میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا ہے اس کے سامنے سے یہ مقصد ہوتا جاتا ہے کہ میں اچھا کام کروں گا تو ترقی ملے گی۔ تنخواہ بڑھے گی۔ وہ تو بس عقیدت اور محبت میں خدمت کیے جاتا ہے اور اس خدمت اور اس تصور سے کہ افسر خوش ہے اس کو ایسی مسرت ہوتی ہے کہ وہ اسی کو اپنی خدمت کا معاوضہ تصور کرنے لگتا ہے۔ پُرانے زمانے میں بادشاہوں سے وفاداری بھی اکثر اسی

جذبے کے تحت کی جاتی تھی۔ ہمیں کسی نظام حکومت سے بحث نہیں ہے۔ دکھانا صرف یہ ہے کہ محبت اور لگن سے کام کرنے والے، معاشرے کی بھلائی اور خیر و برکت کا باعث ہوتے ہیں۔

گویا محبت اور عقیدت کا جذبہ ہی ایک ایسا جذبہ ہے جس کے ساتھ خدا کا اقرار کیا جائے تو یہ دنیا بھی جنت بن سکتی ہے اور دوسری دنیا میں بارگاہ خداوندی میں مقبولیت کی جنت بھی میسر آسکتی ہے۔

محبت کا جذبہ فطری طور پر ہر انسان میں موجود ہوتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ کسی میں کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ۔ اس جذبے کا ظہور کسی خارجی تحریک کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اور جیسی خارجی تحریک ہوتی ہے یہ جذبہ بھی اپنے ظہور کے وقت اس کے مناسب شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ماں کی محبت کے لیے خارجی تحریک بچہ ہوتا ہے اور بچے کی محبت ماں کے وجود کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ روپیہ ایک خاص شکل اور ماحول میں آدمی کے سامنے آئے تو انسان کا جذبہ محبت لالچ اور طمع کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ غرض جیسی خارجی تحریک ہوتی ہے، اسی کے تناسب اور شدت اور تقاضے کے مطابق محبت ظاہر ہوتی ہے۔

عورت مرد کی مجازی محبت کو لوگ خمار گندم سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض لوگ تو اس تعلق کو محبت کہنا ہی لفظ محبت اور عشق کی توہین سمجھتے ہیں۔ یہ ذرا سا سمجھ کا پھیر ہے۔ عورت مرد کے تعلقات جذبہ محبت ہی کی ایک شکل ہیں۔ البتہ اس محبت کے ظہور کے لیے جو چیز خارجی تحریک کا کام کرتی ہے وہ بہت عارضی، فانی، وقتی اور سطحی چیز ہے اس لیے یہ محبت بھی عموماً سطحی اور عارضی ثابت ہوتی ہے اور لوگوں کو اس سے یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ یہ محبت ہے ہی نہیں۔ حالانکہ انہی تعلقات میں جب خارجی تحریک محض جنس نہ ہو اور بعض دوسری دیرپا چیزیں ہوں تو یہ تعلقات لافانی محبت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اس کائنات کا ذرہ ذرہ ذات پاک کا جلوہ اور مظہر ہے لیکن اس کے باوجود کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حسین شکلیں، خوشنما مکان، پھولوں اور پتیوں کے دلکش مناظر خدا ہیں۔ اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی خارجی تحریک ہو جو بندے میں خدا کے وجود کا احساس پیدا کرا سکے اور اس کے اندر کی خوابیدہ محبت کو خدا کے واسطے جگا سکے تاکہ یہ محبت اس کو خدا کا حق ادا کرنے اور اس دنیا کو سنوارنے کے لیے بے چین کر دے؟ آدمی سورج کی روشنی، ہوا کی خنکی، پانی کی لذت اور زمین کی آسائش سے متاثر ہوتا ہے۔ اسے یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ سب نعمتیں خدا کی طرف سے ہیں، لیکن پھر بھی وضاحت نہ ہونے اور منبع نظر نہ آنے کی وجہ سے اس کے اندر کی محبت خدا کے لیے نہیں جاگتی۔ وہ کائنات کے جلوؤں سے صرف اتنی ہوشیار ہوتی ہے کہ کوئی شعر کہنے لگتا ہے، کسی کا موئے قلم نقش کشی میں مصروف ہو جاتا ہے اور کوئی سائنسداں بن کر کائنات کی خوبصورت اور مفید اشیاء کو نئے نئے سانچوں میں ڈھالنے لگتا ہے۔ لیکن اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک حد سامنے آجاتی ہے جو موت، فنا، تکان اور مایوسی بن کر اس کا راستہ روک لیتی ہے۔ محبت کے پوری طرح نہ جاگنے کے سبب اس کی حسن پرستی غرض اور ہوس سے داغدار ہو جاتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ غرض اور ہوس اس سے حسن پرستی کی تھوڑی بہت نعمت کو بھی چھین لیتی ہیں۔ وہ دوا بناتا ہے اس لیے نہیں کہ مریض اس سے اچھے ہو جائیں بلکہ اس لیے کہ لوگ اس کے محتاج ہوں۔ اس کے پاس آئیں، دوا خریدیں۔ وہ فوجیں جمع کرتا ہے، امن کے لیے نہیں، بلکہ اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے اور اس طرح محض ایک محبت کا فقدان اس دنیا کو دوزخ بنا دیتا ہے۔

حالانکہ ان کی محبت خدا کے لیے پوری طرح جاگ جاتی تو پھر وہ اس کی پسند کی خاطر کسی معاوضے کی تمنا کے بغیر سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتے۔ وہ خود بھوکے رہتے، دوسروں کو کھلاتے، خود دکھ اٹھاتے اور دوسروں کے زخموں پر مرہم رکھتے۔ غرض آخرت تو آخرت اپنی بے نفسی سے اس دُنیا ہی کو جنت نظیر بنا دیتے۔

لوگوں نے خدا کے لیے محبت پیدا کرانے کے لیے خارجی تحریکیں وضع کیں۔ خدا کی صفات کے بت بنائے، آگ کو پوجا۔ چاند سورج اور درختوں کی پرستش کی۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ خود تراشیدہ ،موضوع، تحریکیں عقل اور سمجھ اور حس کے پتلے انسان کے اندر اس محبت کو بیدار نہیں کر سکتی تھیں جس کی ضرورت تھی، ان سے تو وہ اور گمراہی میں پڑ گیا۔

آخر انسانیت کی اس اہم ضرورت کو خود خدا ہی نے پورا کیا۔ ازل میں آدمی کے اندر اس نے محبت کی چنگاری بے وجہ نہیں دبائی تھی۔ اس نے جو پیغمبر بھیجے انھوں نے صرف یہ ہی نہیں بتایا کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے اور خدا اور اس کے بندوں کے کیا حقوق و فرائض ہیں اور خدا کی خوشنودی اور دنیا کی بھلائی کن باتوں میں ممکن ہے۔ بلکہ انھوں نے انسان کے اندر خدا کی محبت کو جگانے میں ایک خارجی تحریک کا کام بھی کیا، لوگوں نے دیکھا سنا اور محسوس کیا کہ رحمت، شفقت، اور بھلائی وغیرہ کی جن صفات اور نعمتوں سے ان کو دنیا میں واسطہ رہتا ہے اور جو کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہیں اور جن کا مرکز اور منبع نظر نہیں آتا۔ وہ صفات اور وہ نعمتیں ایک انہی جیسے انسان میں سے کس طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ اختیار رکھنے کے باوجود خود بھوکا رہتا ہے اور انھیں کھلاتا ہے، لیکن وہ اقتدار کا تن تنا نہیں دیکھا تا۔ غرض جو سرتا پا عجز، بے غرضی، بے خویشی، خدمت اور محبت ہے تو انھیں اس سے ایک اُنس اور عقیدت پیدا ہو گئی۔ پہلے پہلے وہ اس کے احکام کی بجا آوری اس لیے کرتے تھے کہ یہ یقین ہوتا تھا کہ اس میں ہماری بھلائی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ محبت ترقی کرنے لگی ہے، اور وہ اس کے دیدار کے پیاسے، اس کی جنبش لب پر لبیک کہنے کے لیے بے قرار اور اس کے ادنی حکم کے لیے منتظر رہنے لگے۔ ان کے سامنے سے رفتہ رفتہ یہ تصور ہٹنے لگا کہ ایسا کرنے میں ان کو کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں۔ وہ بس ایسا کرنے ہی کو فائدہ سمجھنے لگے، دوسری طرف پیغمبر نے اپنی غیبی قوتوں اور محبوبیت سے کام لے کر اپنے محبوں کو اپنی ذات سے آگے کے منظر بھی دکھائے اور ان کی محبت کا رُخ خدا کی طرف موڑ دیا۔ محبوں کے سامنے سے وہ پردے ہٹ گئے جو خدا کی معرفت اور پہچان کی راہ میں اب تک حائل تھے اور جب وہ خدا سے محبت کی لذت سے آشنا ہو گئے تو یہ محبت ان کی اپنی ذات کے لیے بھی اور دوسرے ہم جنسوں اور کائنات کے لیے بھی خیر و برکت اور بھلائی و کامیابی کا باعث بن گئی۔

پیغمبر اپنے جانشین بھی چھوڑ کر جاتا ہے جو اس کے نقش قدم پر چل کر دُنیا کی اصلاح کرتے ہیں اور اس کے بسنے والوں میں خدا کی محبت پیدا کرتے ہیں۔ پیر سلسلہ در سلسلہ خدا اور رسول کا جانشین ہوتا ہے اور کام کو اسی طرح انجام دینے کے لیے جس طرح رسول نے انجام دیا تھا یہ ضروری ہوتا ہے کہ مرید کے دل میں پیر کی محبت اور عقیدت ہو۔ اس محبت اور عقیدت کی بنیادی ضرورت کیا ہے اس کو میں اوپر کی سطروں میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں لیکن چند سرسری باتیں اور ہیں جن کا بیان ضروری ہے۔ مثلاً پیر کی محبت اور یا مرید کے دل میں ایک محتسب کا کام کرتی ہے۔ مرید کو یہ یقین تو ہوتا ہی ہے کہ میرا پیر کامل ہے اور اس کی غیبی قوتیں ہر وقت میرے

ساتھ ہیں۔ پیر سے میری کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے جب وہ کسی بُرے کام کی طرف مائل ہوتا ہے تو فوراً خیال آتا ہے کہ پیر کی باطنی آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں اور میرا یہ فعل ان کو ناگوار ہوگا۔ اس لیے وہ بُرے کام سے باز آجاتا ہے۔

ایک دفعہ کوئی شخص حضرت بابا فرید گنج شکر کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے روانہ ہوا، راستے میں ایک طوائف بھی اس کی ہم سفر ہوگئی اور اس کو اپنی طرف راغب کرنا چاہا۔ لیکن اس شخص کو اس خیال نے اس طوائف کے شر سے بچائے رکھا کہ ''میں تو حضرت کی خدمت میں مرید ہونے اور گناہوں سے توبہ کرنے جارہا ہوں! ایک منزل بعد ایسا اتفاق ہوا کہ طوائف اور اس شخص کو ایک ہی سواری میں سفر کرنا پڑا اور طوائف نے پھر اس کو برائی کی طرف رغبت دلائی۔ اس دفعہ وہ شخص اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس کی طرف التفات کرنا چاہا۔ اسی وقت اسے محسوس ہوا کہ حضرت بابا صاحب موجود ہیں اور فرمارہے ہیں کہ تو تو ہمارے پاس توبہ کرنے اور مرید ہونے آرہا ہے۔ یہ کیا حرکت ہے؟ وہ شخص تھرا اٹھا اور فوراً طوائف کے پاس سے ہٹ گیا۔ اس واقعے کو پڑھنے کے بعد وہ لوگ بھی جو اولیاء اللہ کے تصرفات کو نہیں مانتے یہ ضرور تسلیم کریں گے کہ اس شخص کی عقیدت اور محبت اور تصور نے اس کے دل میں ایک ایسے نفسیاتی محتسب کو بٹھا رکھا تھا، جس نے اسے بُرائی سے بچالیا۔

پیر کو یاد رکھنے سے جذبہ محبت بڑھتا رہتا ہے اور مرید کی ترقی رُکنے نہیں پاتی۔ جو مرید پیر کو یاد نہیں رکھتے ان میں جذبہ محبت ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے۔ پھر کم ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ غیر کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ محبت مردہ ہو جاتی ہیا ور ایک دن وہ بھی آہی جاتا ہے جب راندہ درگاہ ہو جاتے ہیں۔

حضور بابا فرید گنج شکرؒ فرمایا کرتے تھے کہ: میرا ایک مرید تھا۔ اس نے شروع شروع میں خوب محبت اور عقیدت ظاہر کی۔ لیکن جب وہ میرے پاس سے چلا گیا تو بھول گیا۔ ایک اور مرید تھا جس نے جانے کے بعد بھی مجھے یاد رکھا، لیکن مدت گزرنے کے بعد اس نے بھی فراموش کر دیا۔

پھر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی اطرف اشارہ کر کے فرماتے کہ: اس کی محبت کم نہیں ہوتی بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔'' دنیا آج تک دیکھ رہی ہے کہ اس محبت نے حضرت سلطان المشائخ کو کس مرتبے تک پہنچادیا۔

اگر کوئی شخص کسی پیر کا محض ذاتی خصائل کی وجہ سے معتقد ہوا اور باقی سب چیزوں کی طرف سے آنکھوں کو بند، کانوں کو بہرا اور دل کو مُردہ کرلے اور پیر بھی ایسا نام نہاد ہو کہ مرید کی ترقی کی کوئی کوشش نہ کرے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے تب تو واقعی اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ مرید کی محبت بت پرستی کی شکل اختیار کرلے۔ لیکن جب مرید اللہ کے واسطے پیر کا ہاتھ پکڑتا ہے اور پیر ہر لمحے مرید کو خدا کی طرف رجوع کراتا رہتا ہے تو پھر پیر کے یاد کرنے کو بت پرستی کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ پیر سے محبت کرنے اور اس کو یاد رکھنے میں بے شمار فائدے ہیں اور اس کو بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس محبت سے محروم ہو جائے جو بے غرضی اور یقین پیدا کرتی ہے اور یقین و بے غرضی کے بغیر ایمان اور خدا پرستی کی دولت حاصل نہیں ہوسکتی۔

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی، جون- جولائی ۱۹۵۸ء)

☆☆☆☆☆

سوچنے کی بات

از : حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ

کون سا مذہب پرست ہوگا جو اپنی مذہبی کتابوں کا احترام نہ کرتا ہو۔انھیں سرآنکھوں پر نہ رکھتا ہواوران کی تقدیس کی حفاظت میں جان کی بازی لگانے کو تیار نہ ہوسکھ حضرات تو گورو گرنتھ صاحب کے سامنے روزانہ ماتھا تک ٹیکتے ہیں۔ مسلمان بھی قرآن مجید کی بے حدعزت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگرکسی کے ہاتھ سے قرآن مجید گر پڑے تو اس کے کفارے میں اس کے وزن کے برابرانا ج خیرات کرتے ہیں۔اس کوقیمتی اورخوشنما جز دانوں میں رکھتے ہیں۔بغیر پا کی اس کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔غرض کہ کوئی دقیقہ اسکی عزت اور احترام کا باقی نہیں چھوڑتے۔اوراس سے دلی عقیدت رکھتے ہیں۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ مذہبی کتب کا یہ احترام کیوں کیا جاتا ہے۔کیوں ان کومقدس سمجھا جاتا ہے کس وجہ سے تم کوان کتب کی بے حرمتی گوارانہیں ہوتی ؟

جواب ان کا یہی ہے کہ ان کتابوں کو مالک جز ووکل کی چیز سمجھا جاتا ہے۔اور چونکہ مالک مقدس اورمحترم ہے. اس لئے اس کی چیز بھی قابل احترام اورلائق تقدیس خیال کی جاتی ہے۔

لیکن

کیا ہم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ یہ پوری کائنات اسی مالک کی ہے۔ہرمخلوق اس کی پیدا کی ہوئی ہےاور بنی نوع انسان کوتواس نے اپنی مخلوقات میں خاص طور پرشرف بخشا ہے۔

اس لئے

مذہبی کتب کی طرح یہ تمام مخلوقات خاص کرانسان بھی احترام اورتقدیس کے مستحق ہیں۔ان کوبھی سرآنکھوں پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ان کی حفاظت میں بھی جان کی بازی لگاتی چاہیئے ان کے گرنے پر بھی کفارہ ادا ہونا لازمی ہے۔ان سے ربط وضبط رکھتے وقت بھی پا کی اورطہارت کا اہتمام ضروری ہے!

اگرصرف یہی ایک بات سب کے ذہن نشین ہوجائے تو پھرکم ازکم مذہبی لوگوں میں باہمی خون خرابہ نہ ہو!ایک کا حق دوسرا نہ کھائے۔ایک کی بےعزتی کے درپے دوسرا نہ رہے۔ زندگی کوگندگی اورنجاست سے آلودہ نہ کیا جائے۔اورزندگی کے بےشمارمسائل آن واحد میں حل ہوجائیں!

(ماخوذ از: ماہنامہ منادی نئی دہلی،جلد۴۱،شمارہ۱۲)

☆☆☆☆☆

حاضری کے آداب

مرید چاہے اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو چاہے دیگر بزرگان سلسلہ میں سے کسی کے مزار پر حاضر ہو۔اس کو چاہیے باوضو رہے۔بے ضرورت ادھرادھر کی باتیں نہ کرے اونچی آواز سے نہ بولے۔جہاں تک ہو سکے خاموش مراقب بیٹھے۔پیر کی تلقین کو دھیان سے کئے اورگرہ میں باندھ لے۔کچھ پوچھنا ہوتو آہستہ سےاورادب سے پوچھے۔

مزار پر حاضر ہوتو قبلہ کے رُخ مزار کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو جائے اورطریقے کےموافق فاتحہ پڑھےاورصاحب مزار کی خدمت میں اس کا ثواب نذرکرکے ان کے توسط اور وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگے اور صاحب مزار کی باطنی توجہ اورعنایت کا طالب ہو۔

(حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ)(ماخوذ از :نظام نامہ)

https://www.khwajahasanizami.life

صوفیانہ نظریات اور جدید سائنس

از : ڈاکٹر رفیع الدین ناصر

دورِ حاضر میں کثیر تعداد میں افراد صوفی ازم کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ تصوف کی مدد سے وہ بہترین زندگی گذار سکتے ہیں۔اس کے باوجود اس میدان میں معلومات کا فقدان حقیقی تصوف کی خوبصورتی سے دور رکھتا ہے۔

توحید، سائنس اور تصوف یہ اسلام کے تین خوبصورت اساس ہیں۔ اسلام اور تصوف کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے توحید کو سمجھنا ضروری ہے۔

اور اُسکے بعد اسلامی سائنس کو جاننا ضروری ہے ۔ صرف سائنس کو سمجھنا یہی مکمل اسلام نہیں۔ بلکہ اسکے لئے اعتقاد ہونا ضروری ہے۔ اور بغیر اسلامی سائنس کو سیکھے حقیقی صوفی ازم کو سمجھنا ناممکن ہے۔ خدا واحد پر اعتقاد اور اُسی کے پیغمبر پر ایمان کے بغیر صحیح روشنی حاصل نہیں ہوسکتی ۔ دِل پر نور نہیں ہوسکتا۔ انسان کا دل اسلام کی روشنی سے اُس وقت ہی پُر نور ہوسکتا ہے جب اُسکا مکمل اعتماد ہو۔ اسلامی صوفیانہ نظریات کے مطابق سائنس کے دو اہم اقسام ہیں۔ ایک تو ذہانت کی سائنس Science of Intelligence جسکو ذہنی سائنس یا Mental Science بھی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری پوشیدہ سائنس Mystical (Science of Secrets) Science جسکو روح اور خالق کے ارتباط کا عقیدہ یا تصوف یا صوفیانہ سائنس بھی کہا جاتا ہے ۔فہم وفراست یا ذہانت کی سائنس یہ دراصل انسانی دماغ کی سائنس ہے۔ اسکا تعلق ہمارے ماحول یا قدرت میں وقوع پذیر ہونے والے مظاہروں کے مشاہدوں کے تعلق سے ہے ۔ اسکا تعلق ہماری معاشرتی زندگی اور اُسکے تجسس کے تعلق سے ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں اس قسم میں طبیعات ، کیمیاء ، حیاتیات ، ریاضی ، فلسفہ، منطق ، سماجیات، نفسیات وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔

پوشیدہ سائنس دراصل ذہنی حدود سے پار کی سائنس ہے۔ یہ سائنس صرف پیغمبروں اور علم معرفت رکھنے والے افراد تک محدود ہے۔

اس سائنس میں انسانی دماغ یا عقل یا فہم وفراست کا دخل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سائنسی علم انسانی ذہن کے لیے قابل فہم نہیں ہے ۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ ماہر جو صوفیانہ سائنس کو جانتا ہے وہ دیگر تمام سائنسی علوم پر بھی دسترس رکھتا ہے ۔ کیونکہ اسی سائنس کا تعلق روح اور خالق کے ارتباط کے عقیدہ سے ہے۔ اس کا تذکرہ مختلف احادیث میں ہے۔

جدید سائنس اور صوفیانہ نظریات بظاہر ایک دوسرے کے مخالف قطبین پر دِکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ دونوں کے مقاصد ایک جیسے ہیں کہ ''حقیقت کو سمجھنا اور معلومات حاصل کرنا''۔

© https://www.khwajahasanizami.life

صوفی ازم کا مکمل انحصار براہ راست قدرت کے اندر موجود حقیقی علوم سے ہے جبکہ طبیعات کا انحصار سائنسی تجربات کی روشنی میں قدرتی مفروضوں کو سمجھنے پر ہے۔ طبیعات میں نمونے اور نظریات اندازے کی بنیاد پر ہوتے ہیں جو کہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہوتے ہیں۔

کئی سائنسی علوم ایسے ہیں جس کو سمجھنے کے لئے صوفیانہ نظریات کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح کئی صوفیانہ نظریات ایسے ہیں جسکو آج کے سائنسی روشنی میں سمجھنے کی اور اُسکی اہمیت کو جاننے کی ضرورت ہے چنانچہ اس مضمون میں اہم سائنسی علوم کے ارتباط کے تعلق سے بہ تفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

تعارف:- دورِ حاضر میں کثیر تعداد میں افراد صوفی ازم کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ تصوف کی مدد سے وہ بہترین زندگی گذار سکتے ہیں۔

اس کے باوجود اس میدان میں معلومات کا فقدان حقیقی تصوف کی خوبصورتی سے دور رکھتا ہے۔

توحید، سائنس اور تصوف یہ اسلام کے تین خوبصورت اساس ہیں۔ اسلام اور تصوف کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے توحید کو سمجھنا ضروری ہے۔ اور اُسکے بعد اسلامی سائنس کو جاننا ضروری ہے۔ صرف سائنس کو سمجھنا یہی مکمل اسلام نہیں۔ بلکہ اسکے لئے اعتقاد ہونا ضروری ہے۔ اور بغیر اسلامی سائنس کو سیکھے حقیقی صوفی ازم کو سمجھنا ناممکن ہے۔

خدا واحد پر اعتقاد اور اُسی کے پیغمبر پر ایمان کے بغیر صحیح روشنی حاصل نہیں ہوسکتی۔ دِل پرنور نہیں ہوسکتا۔ انسان کا دل اسلام کی روشنی سے اُس وقت ہی پُرنور ہوسکتا ہے جب اُسکا مکمل اعتماد ہو۔

اسلامی صوفیانہ نظریات کے مطابق سائنس کے دو اہم اقسام ہیں۔ ایک تو ذہانت کی سائنس Science of Intelligence جسکو ذہنی سائنس یا Mental Science بھی کہا جاتا ہے۔ اور دوسری پوشیدہ سائنس Mystical (Science of Secrets) Science جسکو روح اور خالق کے ارتباط کا عقیدہ یا تصوف یا صوفیانہ سائنس بھی کہا جاتا ہے۔

ذہانت کی سائنس

The Science of Intelligence:-

فہم وفراست یا ذہانت کی سائنس یہ دراصل انسانی دماغ کی سائنس ہے۔ اسکا تعلق ہمارے ماحول یا قدرت میں وقوع پذیر ہونے والے مظاہروں کے مشاہدوں کے تعلق سے ہے۔ اسکا تعلق ہماری معاشرتی زندگی اور اُسکے تجسس کے تعلق سے ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں اس قسم میں طبیعات، کیمیاء، حیاتیات، ریاضی، فلسفہ، منطق، سماجیات، نفسیات وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ یہ سائنس، وقوع ہورہے واقعات اور مفروضوں کو تصوراتی نظام Concept System میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تصور یا Concept کے اس نظام کو نظریہ یا Theory کہتے ہیں۔ اور نظریہ کو قائم کرنے کے لئے مختلف طریقوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ تجربات، مشاہدات، پیائش، جانچ وغیرہ۔ کسی بھی نظریہ کا اِنحصار بنیادی مفروضات

© https://www.khwajahasanmizani.in

اورفرضیات (Hypothesis) پر ہوتا ہے انھیں صحیح ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے ۔ اس طرح کی منطق کا ریاضی میں بخوبی استعمال کیا جاتا ہے ۔ ذہنی سائنس کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ تشکیل شدہ نظریہ کس حدتک قدرت میں پنہاں راز کے حقیقی روپ کو ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ نظریہ کس حدتک حقیقت کو واضح کررہا ہے ؟اسکا جواب تلاش کرنے میں یونانی فلاسفرس ایک عرصہ سے سرگرداں ہے لیکن اُنہیں ابھی تک اسکا مکمل جواب نہیں مل سکا۔زمانہ قدیم سے اب تک Mental Scientists نے بہت سارے قیاسیات نمونے اور خیالات پیش کئے تا کہ حقیقت کو سمجھ سکیں ۔لیکن وہ تمام کے تمام پوری طرح اسکو واضح نہیں کرسکے۔ مختلف نظریات ، قیاسیات ،خیالات مل کر بھی ابھی تک اس بات کی حقیقی وضاحت نہیں کرسکے کہ مکمل کائنات کی قدرت کیا ہے ؟ آج مختلف طبیعی نظریات جیسے نظریہ قدریہ (Qnantum Theory) نظریہ اضافیت (Relativity Theory) اور ذراتیہ نظریہ (Theory of Particle) کچھ حدتک وضاحت کرسکے ۔لیکن یہ طبیعی نظریات اپنے آپ میں بہت سارے تذبذب کا شکار ہیں۔اُن میں آپس میں چند ناگزیز خامیاں اورتضاد پایا جاتا ہے ۔لیکن مقامی اور کچھ مشاہدات و تجربات کے نتائج ان نظریات کو استقامت عطا کرتے ہیں۔

مختلف سائنسدانوں کے مختلف تحقیقات ، مشاہدات ،اُن سے حاصل کردہ نتائج اوراُس پر قائم کردہ مشہور نظریات کے باوجود ہم اس سوال کا جواب حاصل نہیں کرسکے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں۔اور ہم یہاں پر کیوں ہیں؟

اس سوال کا جواب صرف اورصرف صحیح اور بنیادی اسلامی سائنس کے مطالعہ میں پوشیدہ ہے جسکے لئے صوفی ازم سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے ۔ دنیا کو مشہور سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے کائنات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد بتلایا کہ کائنات کا ایک انتہائی معیاری نظام ہے جو مکمل بے عیب طریقہ سے کارگر ہے اس متحرک نظام میں بہت توجہ کے ساتھ زندگی کی بقاء اور کائنات کے نظام کو منظبت رکھ کر اپنی گردش جاری رکھی ہوئی ہے خدانخواستہ اگر مکڑون کے برقی چارج میں تھوڑا سا فرق ہوجائے تو برقی مقناطیسی (Electromagnetic) اور کشیش ثقل (Gravitational) کی قوت ٹوٹ جائیگی اور ہائڈروجن اور ہیلیم احتراق نہیں ہوگا جسکے نتیجے میں دھماکہ ہوگا۔اسی عرح خلیہ زندگی کی بنیادی اکائی ہے جو اپنے آپ میں ایک معجزہ ہے اُس میں مختصر سا تجاوز (Deviation) زندگی کو ناممکن بنادیگا۔لیکن ایسا اس لئے ممکن نہیں کہ اس کے پیچھے قدرت کا نظام کارفرما ہے۔اور یہ انسانی ذہن کی تحقیق ہے۔

پوشیدہ سائنس (Science of secrets):-

یہ سائنس دراصل ذہنی حدود سے پار کی سائنس ہے۔ یہ سائنس صرف پیغمبروں اور علم معرفت رکھنے والے افراد تک محدود ہے۔اس سائنس میں انسانی دماغ یا عقل یا فہم وفراست کا دخل نہیں ہے۔کیونکہ یہ سائنسی علم انسانی ذہن کے لیے قابل

فہم نہیں ہے ۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ ماہر جو صوفیانہ سائنس کو جانتا ہے وہ دیگر تمام سائنسی علوم پر بھی دسترس رکھتا ہے ۔ کیونکہ اسی سائنس کا تعلق روح اور خالق کے ارتباط کے عقیدہ سے ہے۔اس کا تذکرہ مختلف احادیث میں ہے۔

پوشیدہ سائنس کی مدد سے ہم مختلف تناظر میں اپنی جہد بقاء کس طرح کریں معلوم ہوتا ہے ۔ اسی سائنس کی مدد سے سائنسی دنیا کو بہت سارے حقائق کا علم ہوا ہے۔اس لئے آج ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دور حاضر کے مختلف مسائل کا حل صحیح اور مکمل طریقہ سے ہم پوشیدہ سائنس یا صوفیانہ سائنس کی مدد سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ ذہنی سائنس اسکا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔اس لیے کیا خوب کہا ہے ۔

ہم کو بتا کے یار نے رخ پر نقاب کی
عادت جبھی سے ہوگئی اپنی حجاب کی
دریا میں ایک قطرہ کا کیا ہو بھلا شمار
لیکن ہے قدر دیکھو تو کتنی حباب کی

دراصل پوشیدہ سائنس ہماری اندرونی یا روح کی سائنس ہے۔صوفی ازم کی روح اس سائنس میں ہے ۔صوفی نظریات کے مطابق کائنات میں ہونے والے تمام واقعات کو ذہنی سائنس کی مدد سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔کائنات کے ان مظاہر کے حقائق تک رسائی کے لئے صوفیانہ سائنس Mystical Science کی ضرورت ہے۔

ایک نظریہ کہ مطابق اللہ تعالی کے بنائے ہوئے قوانین پر صحیح طور سے عمل کرنے کا نام صوفی ازم ہے ۔ یہ اُس شخص کے لئے ممکن نہیں جو اپنے آپ کو دنیا کی خوبصورتی اور ذہنی سائنس میں اُلجھائے رکھتا ہو۔ اور اسکے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔مجاہدہ چار اقسام پر مشتمل ہے وہ ہیں۔کم سختی ،کم خوردنی ،کم خوابی اور اخلاق ذمیمہ کا ترک کرنا۔جدید سائنس آج کل انہی باتوں کی وکالت کرتی ہے اور چودہ سو سال پہلے جو باتیں بیان کی گئی ہیں۔اُنہیں آج جدید انداز میں نقل کر کے جدید سائنس سرخرو ہے۔شاید سرمد نے اس پس منظر میں فارسی رباعی کہی ہے۔

درکار جہاں خموش می باید بود
درعالم جاں بہ ہوش می باید بود
تا چشم وزبان وگوش ہر جا باشند
بے چشم وزبان وگوش می باید بود

یعنی دنیوی وظاہری اُمور میں خاموش ومعطل رہنا چاہیے اور عالم روحانی وباطنی میں ہوشیار اور کارگذار رہنا چاہیے۔ جب تک چشم وزبان وگوش میں قوت رہے یعنی زندگی میں اس وقت تک اُن کو بالکل بیکار کر دینا چاہئے اور صرف دل سے کام لینا چاہئے۔

صوفیانہ نظریات اور سائنس:۔

جدید سائنس اور صوفیانہ نظریات بظاہر ایک دوسرے کے مخالف قطبین پر دِکھائی دیتے ہیں۔جبکہ دونوں کے مقاصد ایک جیسے ہیں کہ ''حقیقت کو سمجھنا اور معلومات حاصل کرنا''۔

© https://www.khwajaasemizumi.line

سائنسداں ذہنی سائنسی معلومات میں اضافہ مختلف تجربات مشاہدات اور نتائج کے روشنی میں کرتا ہے جبکہ صوفی ایسی معلومات میں اضافہ بغیر کسی تجربات کے صرف مشاہدہ نفسی (Introspection) تنہائی میں مُراقبہ(meditation) یا ذکر کر کے حاصل کرتا ہے۔ سائنسداں کو کئی تجربات دو ہرانا ہوتے ہیں جبکہ صوفی کو زیادہ تصوف کی ضرورت ہوتی ہے جس کیلئے ماہر کے زیرنگرانی کئی سالوں کی تربیت درکار ہوتی ہے بہر حال اس کے نتیجہ میں سائنسدانوں اور صوفیہ کرام نے قدرت کو سمجھنے کے کئی بہترین طریقے ایجاد کئے جو ایک عام آدمی کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم مشاہدہ کریں تو کئی سائنسی علوم ایسے ہیں جس کو سمجھنے کے لئے صوفیانہ نظریات کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی طرح کئی صوفیانہ نظریات ایسے ہیں جسکو آج کے سائنسی روشنی میں سمجھنے کی اور اُسکی اہمیت کو جاننے کی ضرورت ہے چنانچہ اس میں چند کا تذکرہ ذیل میں ہے۔

طبیعات اور صوفیانہ نظریات:۔

صوفی ازم کا مکمل انحصار براہ راست قدرت کے اندر موجود حقیقی علوم سے ہے جبکہ طبیعات کا انحصار سائنسی تجربات کی روشنی میں قدرتی مفروضوں کو سمجھنے پر ہے۔ طبیعات میں نمونے اور نظریات اندازے کی بنیاد پر ہوتے ہیں جو کہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہوتے ہیں۔

جدید طبیعات کے سائنسداں کا یہ ماننا ہے کہ ایسے بہت سارے سائنسی نتائج کو ہم الفاظ کی شکل میں بیان نہیں کر سکتے جیسا کہ اضافیت(Relativity) اور قدریہ (Quantum) کے نتائج کو عام فہم زبان میں بیان کرنے سے قاصر ہیں اسی طرح تصوف میں عام فہم زبان سے پرے احساسات ہوتے ہیں۔ جبکہ ماہر طبیعات اور صوفی دونوں بھی اپنی معلومات کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور جب وہ الفاظ کا سہارا لیتے ہیں تو اُسکے بیان نخالص سے پڑ ہوتے ہیں جس سے منطقی افتراق ظاہر ہوتا ہے۔ نظریہ قدریہ (Qantum Theory) یہ قدرت سے جوڑنے کا ایک اہم نظریہ ہے۔ نظریہ قدریہ ہم پر یہ واضح کرتا ہے کہ ہم کائنات کو مادوں کے اجتماع کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ پیچیدہ جال میں موجود مختلف اجزاء کا آپسی ارتباط کا مشاہدہ کریں۔ یہی وہ طریقہ ہوتا ہے جس کی مدد سے صوفیا کرام دُنیاوی تجربات حاصل کرتے ہیں۔

طبیعاتی قد(Quantum physics) اور تصوف انسانی دماغ کے دو اہم امدادی منشور ہیں۔ جدید طبیعات کا ماہر دنیا کو مخصوص ذی عقل دماغ سے محسوس کرنا ہے جبکہ صوفی انتہائی خاص وجدانی ذہن سے محسوس کرتا ہے۔ دُنیا کو سمجھنے کے لئے یہ دونوں بھی ضروری ہیں۔ تصوف یہ قدرت میں پنہاں گہرائیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے جبکہ سائنس آج کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ہم کو وجدانی تصوف اور سائنسی تجزیہ دونوں کو ایک ساتھ لیکر ترقی کرنا چاہئے۔

حیاتیات اور صوفیانہ نظریات:۔

انسانی جسم مختلف اعضاء سے مل کر بنا ہے جس میں

© https://www.khwajagaribnizami.com

قلب کو بڑی اہمیت ہے۔ یہ قلب ہی ہے جو خارجی حرارت کو بھی نہایت تیزی کے ساتھ قبول کر لیتا ہے اسی مثال سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ عشق کی حرارت بھی اسی طرح قلب میں جانشین ہوتی رہتی ہے حتٰی کے پھر دفعتاً نکلنا ناممکن ہوجاتا ہے۔ بقول شاعر۔

نقشہ کسی کا دِل میں مدت سے چھا رہا ہے
دریائے حسن جاناں موجیں دکھا رہا ہے

قلب میں زیادہ حرارت جمع ہونے سے دو ہی حالتیں پیش آسکتی ہیں۔ اول یہ کہ اس کی قوت جاذبہ آدمی کو اس درجہ محو کر دیتی ہے کہ تمام محسوسات معطل ہوجائیں جس طرح عارضی حرارت سے سرسام ہوجاتا ہے یا جنون کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح عشق کی حرارت تو ایک مطلب کی طرف کھینچ لے جاتی ہے اس لئے کہ اس کی کشمکش ایک نتیجہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ہر شئے اپنی خاصیت اور نوعیت کے خلاف عمل نہیں کرتی اور عارضی حرارت جنون کا اثر پیدا کر کے حواس ظاہری کو معطل اور بیکار کر دیتی ہے اسی لحاظ سے دنیائے عشق کے بدمستوں کا نام مجذوب اور دوسرے فرقہ کا نام مجنوں رکھا گیا ہے۔

خاک کا پتلا بڑی گرمی کو یار وسہ گیا
آنچ سے الفت کی یوں اکسیر بن کر رہ گیا

ریاضی اور صوفیانہ نظریات:۔

ریاضی ایک ایسا علم ہے جس کی مدد سے دماغ کارگر رہتا ہے۔ ریاضی اور طبیعات کی ہم آہنگی خدا کے وجود کو بتلاتی ہے ریاضی کی مدد سے ہی ہم قدرت کا صحیح تجزیہ کر سکتے ہیں۔ تمام اجزاء کی پیمائش اُنکی ترتیب اور اختصار کی بنیاد پر خدا کے وجود کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفی بھی اس راہ پر گامزن رہ کر صراط مستقیم تک پہنچ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ نفسیاتی سائنس، فلاسفی، کیمیائی سائنس، ماحولی سائنس، حیاتی سائنس وغیرہ صوفی ازم کے نظریات کو سمجھنے میں مزید آسانی پیدا کرتے ہیں اور حقائق کے سمجھنے کے لئے راہ فراہم کرتے ہیں۔

نتیجہ :۔

سائنس وہ خوبصورت علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو عطا کیا گیا ہے۔ اسکا مطالعہ انسان کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کے پنہاں رازوں کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے وجود کے طرف راغب کرتی ہے۔ انسان ہر طرف خدا کا وجود محسوس کرتا ہے۔ اس سے اعتقاد مزید مستحکم ہوتا ہے۔ سائنسداں اور صوفی کے لئے مشکلات نئے خیالات میں نہیں ہیں بلکہ قدیم نظریات کی شناخت اور اُن سے فرار کی ہیں جو کہ انسانی دماغ اور جسم پر حاوی ہیں۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قدرتی نظام کو سمجھنے کے لئے جہاں صوفی اہم کردار ادا کرتے ہیں وہیں سائنسداں بھی اپنے طور پر کوشاں ہیں کہ حقیقت کو سمجھ سکے اور ان معلومات کو عام انسانوں تک پہنچائے۔

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajagaribnawaz.com/

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست کتب

نظر ثانی قیمت

1۔ قرآن شریف اردو 500روپے

2-قرآن شریف ہندی 500روپے

3-قرآن مجید-عام فہم تفسیر 1000روپے

4-فوائدالفوادارد و 800روپے

5-فوائدالفواد ہندی 350روپے

6-تصوف رسم وحقیقت150روپے

7-سی پارہ دل اردو300روپے

8-سی پارہ دل ہندی300روپے

9-سفرنامہ مصر،شام وحجاز250روپے

10-راحت القلوب75روپے

11-تذکرہ نظامی30روپے

12-مرشدکوسجدہ تعظیم 30روپے

13-1857 کی یادگار کتابیں600روپے

14-مادرِ ہمدرد 50روپے

15-محرم نامہ 150روپے

16-شواہدنظامی200روپے

17-سیرالاولیاء اردو800روپے

18-سیرالاولیاءفارسی 800روپے

19-سیرالاولیاءانگریزی۔ 1000روپے

20-تاریخی روزنامچہ 250روپے

21-سماع،وجدورقص30روپے

22-اسرارکلام اللہ اسم اعظم 100روپے

23-گائے کی جان بچانے کا بیان اردو- مفت

24-گائے کی جان بچانے کا بیان ہندی۔مفت

25-یزیدنامہ 150روپے

26-تمانچہ بارخسار یزید 100روپے

27-نظامی بنسری اردو 300روپے

28-نظامی بنسری ہندی 300روپے

29- میلادنامہ 100روپے

30-فاطمی دعوت اسلام 300روپے

31-مراۃ الاسرار 500روپے

32- حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ شخصیت اور کارنامے۔(دوجلدوں میں)1500روپے

33-خراج عقیدت۔حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی رحمتہ اللہ علیہ 600روپے

34-بیگمات کی آنسوہندی 200روپے

35-سوانح عمری حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ250روپے

36-فوائدالفوادانگریزی500روپے

37-حضرت خواجہ حسن نظامی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء، ناظم اور مریدین700روپے

38- نظامی بسنت کے پھول (مطالعہ بین المذاھب)1100 روپے

ملنے کا پتہ: خواجہ **سید محمد نظامی**،خواجہ پبلیکیشنز ،خواجہ ہال، بستی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء،نئی دہلی 110013

☆☆☆☆☆

© https://www.khwajahasannizami.in/







حضرت خواجہ سید محمد نظامی مدظلہ العالی اور حضرت خواجہ سید شافی نظامی



حجرہ قدیم، حضرت خواجہ حسن نظامیؒ سے رمضان المبارک میں افطاری کی تقسیم

